عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۶ | ۱۵ تا ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵؍اگست ۲۰۱۷ء | شمارہ:۳۰

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی رحلت

کچھ باتیں دیارِ حرم کے مسافروں سے

رزق کی قدردانی

شہیدِ اسلام اور فتنۂ قادیانیت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

سائلہ عدت گزرنے کے بعد آزاد ہے

س:......گزارش عرض ہے کہ میری شادی کو تقریباً ڈھائی سال کا عرصہ ہوگیا ہے اور میں اپنے شوہر کے ساتھ ۲ یا ۳ مہینے رہی ہوں۔ باقی عرصہ اپنے والدین کے ساتھ رہی ہوں۔ گزشتہ رمضان سے کچھ دن پہلے میرے شوہر نے مجھے اسٹامپ پیپر کے ذریعے جس میں دو گواہان بھی ہیں طلاق لکھ کر دی ہے، جو کہ اس کاغذ کے ساتھ منسلک ہے۔ تو کیا مجھے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ کیونکہ میرے سسرال والے کسی مفتی یا عالم سے فتویٰ لے کر آئے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی، ابھی شوہر رجوع کرسکتا ہے۔

ج:......منسلکہ تحریری طلاق نامہ اگر واقعتاً شوہر ہی کا تحریر کردہ اور ان ہی کی طرف سے دیا گیا ہے تو اس کی رو سے سائلہ پر تین طلاق ہو چکی ہیں اور یہ اپنے شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے، نکاح ان کا ختم ہو چکا ہے، اب ان کا ایک ساتھ رہنا میاں بیوی کی حیثیت سے قطعاً جائز نہیں، عدت گزارنے کے بعد سائلہ آزاد ہے، جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔“ (البقرہ:۲۳۰)

صحیح بخاری میں ہے: ”عن عائشة ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اتحل للاول قال: لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول۔“ (الصحیح للبخاری، ص:۷۹۱، ج:۲، باب من أجاز الطلاق الثلاث، اچ ایم سعید نور محمد کراچی)

خواتین کو میراث سے محروم کرنا بہت بڑا ظلم ہے

س:......میں ایک بیوہ خاتون ہوں، میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ میرے شوہر کی تین دکانیں ذاتی تھیں، ایک دکان پگڑی پر ہے جو کہ میرے نام پر ہے اور ایک قطعہ زمین ۳۰۰ گز کا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اب میرے بیٹے کہتے ہیں کہ اپنے باپ کی جائیداد میں سے ماں کا حصہ نہیں دیں گے اور نہ ہی بہنوں کو ہم حصہ دیں گے۔ مفتی حضرات سے میری گزارش ہے کہ اس مسئلہ کا حل شریعت کی روشنی میں بتائیں۔ جزاکم اللہ!

ج:......خواتین کو میراث سے محروم کرنا اور انہیں شرعی حصہ نہ دینا بہت بڑا ظلم اور انتہائی بڑا گناہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کے قانون اور قواعد بیان کرنے کے بعد واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔“ (النساء:۱۴)...اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جاوے گا، اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ سے رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے...۔ (بیان القرآن، حضرت تھانویؒ سورۂ نساء:۱۴، ج:۱، ص:۳۲۸)

احادیث مبارکہ میں بھی وارث کو میراث سے محروم کرنے پر سخت قسم کی وعیدیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ: ”جو شخص کسی وارث کو میراث سے محروم کرے گا، اللہ رب العزت اس کو جنت سے محروم کریں گے۔“ (مشکوٰۃ)

لہٰذا بصورت مسؤلہ والدہ کو اور بہنوں کو ان کا حق دینا ضروری ہے۔ قرآن کریم کی رو سے والدہ یعنی مرحوم کی بیوہ کو کل ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اور بہنوں یعنی مرحوم کی بیٹیوں کو بیٹوں کے حصے کا آدھا حصہ ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ — ۱۵تا۲۱ر ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۸تا۱۵ر اگست ۲۰۱۷ء — شمارہ:۳۰

اس شمارے میں!

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی رحلت	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
کچھ باتیں دیارِ حرم کے مسافروں سے	۹	مولانا ندیم الواجدی
شہیدِ اسلامؒ اور فتنۂ قادیانیت	۱۲	مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ
رزق کی قدردانی	۱۶	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی
"محمد رسول اللہ" کا قادیانی تصور (۳)	۱۸	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
مولانا پیر سیف اللہ خالد کا سانحۂ ارتحال	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حق بات ہے یہ دنیا والو! مرزا کی نبوت جعلی ہے	۲۳	مولانا محمد شریف جالندھریؒ
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۱۹)	۲۴	مولانا فضل محمد یوسف زئی
"مسجدی آخر المساجد" کا صحیح مفہوم	۲۷	مولانا سعد کامران

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(امریکن بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(امریکن بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اللہ کے واسطے محبت کرنا اور اللہ کے لئے دشمنی کرنا

حدیث قدسی ۱۰: حضرت عمرو بن عبسہؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، کوئی مومن مرد اور کوئی مومنہ عورت ایسی نہیں ہے جس کے تین نابالغ بچے جو اس کی صلب سے پیدا ہوئے ہوں آگے چلے جائیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس مرد اور عورت کو جنت میں داخل کردے گا، بسبب اس فضل اور رحمت کے جو نابالغ بچوں پر ہے۔ (طبرانی)

یعنی تین چھوٹے بچے کسی کے مرجائیں اور ماں باپ ان پر صبر کریں تو اللہ تعالیٰ ماں باپ کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ چونکہ ان بچوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہوگی۔

تلاوت قرآن کی فضیلت

حدیث قدسی ۱: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس شخص کو قرآن نے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے سوال کرنے کی فرصت اور مہلت نہ دی تو میں ایسے شخص کو مانگنے اور سوال کرنے والوں سے بہتر اور افضل دیتا ہوں۔ کلام اللہ کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی مخلوق پر۔ (ترمذی) مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت سے اتنا وقت ہی نہیں بچا کہ کوئی دوسرا کام کرے حتیٰ کہ اپنے لئے دعا کرنے کا وقت بھی میسر نہیں ہوتا تو ایسے بندوں کو ان لوگوں سے بھی زیادہ دیا جاتا ہے جو اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر برتری حاصل ہے اسی طرح اس کے کلام کو اس کی مخلوق کے کلام پر برتری حاصل ہے۔

حدیث قدسی ۲: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت میں صاحب قرآن سے کہا جائے گا: جس طرح دنیا میں قرآن شریف کو ٹھہر ٹھہر کر قرأت کے ساتھ پڑھا کرتا تھا، اسی طرح آج بھی پڑھ اور ہر آیت کے بعد ایک بلند مرتبہ طے کرتا جا، تیرے مرتبے کی آخری انتہا تیری تلاوت کی آخری آیت پر ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کو قرآن کی تلاوت کا حکم کریں گے اور ہر آیت کے بدلے میں ایک درجہ عطا فرمائیں گے علماء تجوید کے نزدیک قرآن کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ حافظ قرآن کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے جنت میں بلند ہوگا۔

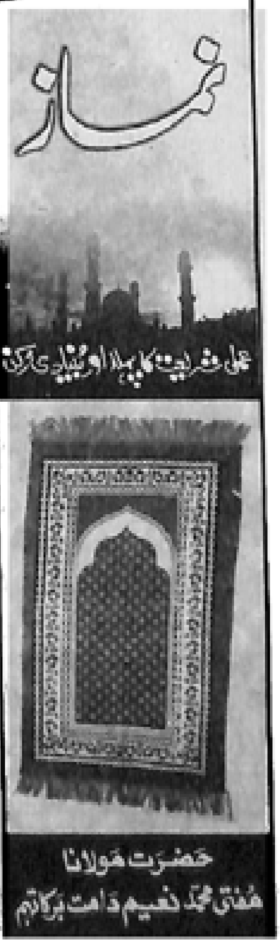

نماز

س: پنج وقتہ نمازوں کے نام کیا کیا ہیں اور وہ کن کن اوقات میں پڑھی جاتی ہیں؟

ج: روزانہ کی بنیاد پر دن اور رات کے مختلف اوقات میں شریعت نے جو پانچ نمازیں متعین فرمائی ہیں ان کے نام یہ ہیں: فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

س: فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے؟

ج: فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کے نکلنے سے پہلے تک باقی رہتا ہے۔

س: ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے؟

ج: ظہر کا وقت سورج کے زوال یعنی ڈھلنا شروع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور احناف کے نزدیک اس وقت تک باقی رہتا ہے جب کسی چیز کا سایہ اپنے اصلی سائے کے علاوہ دوگنا نہ بڑھ جائے دور حاضر میں نماز کے اوقات کے نقشوں نے مستقل طور پر اس مسئلہ کو حل کردیا ہے (واضح رہے کہ جمعہ کے دن اسی وقت ظہر کے بجائے جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے جو احناف کے نزدیک اپنی شرائط کے ساتھ شہروں میں ادا کی جاتی ہے اور جس جس جگہ جمعہ کے دن کی نماز ادا کرلی جائے تو ان ادا کرنے والوں پر جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنا لازم نہیں آتا، ظہر کے بجائے جمعہ کی نماز ہی کافی ہوجاتی ہے) البتہ گاؤں دیہات میں احناف کے نزدیک شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہیں ہوتی انہیں جمعہ کے دن بھی ظہر پڑھنا ہوتی ہے۔ نیز احناف کے نزدیک ظہر کا آخری وقت تو دوگنا سایہ بڑھ جانے پر ختم ہوتا ہے، لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک جب کسی چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی سے ایک گنا بڑھ جائے تو ظہر کا وقت ختم ہوکر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، یہ ایک فقہی اختلاف ہے عام آدمیوں کا اس حوالے سے اہتمام یہ ہونا چاہئے کہ احتیاطاً ایک گنا سائے سے پہلے پہلے ظہر کی نماز ادا کرلیں اور عصر کی نماز سایہ دوگنا ہونے کے بعد پڑھیں، نیز سعودی عرب میں حنبلی مسلک پر عمل ہوتا ہے اور وہ عصر کی نماز ایک گنا سایہ ہونے پر ادا کرلیتے ہیں وہاں موجودگی کے زمانے میں احناف باجماعت ادائیگی کی صورت میں اس وقت بھی پڑھ سکتے ہیں۔

س: عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے؟

ج: عصر کا وقت احناف کے نزدیک کسی چیز کا سایہ اپنے اصلی سائے سے دوگنا بڑھ جانے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور سورج کے غروب ہونے کے وقت سے ایک لمحے پہلے تک باقی رہتا ہے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی رحلت

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز، تلمیذ رشید و علمی جانشین، جامعہ مظاہر العلوم سہارن پور کے فاضل و شیخ الحدیث، علمائے کرام و شیوخ عظام کے مرجع، کثیر المطالعہ محدث، نابغہ روزگار شخصیت، قلندرانہ صفت کے حامل پندرہویں صدی کے امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اَسّی برس اس عالم دنیا میں رہ کر عالم عقبیٰ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’ماتزول قدما عبد حتی یسئل عن أربع: عن عمرہٖ فیما أفناہ، عن شبابہٖ فیما أبلاہ، عن مالہٖ من أین اکتسبہٗ وفیما أنفقہٗ، عن علمہٖ ماذا عمل فیہ۔‘‘ (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:۱۶۴۷)

ترجمہ: ’’بندے کے قدم اپنی جگہ پر ہی رہیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے، اس کی عمر کے بارے میں کہ کس مشغلہ میں گزاری؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ کس کام میں صرف کی؟ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور علم کے بارے کہ اس پر عمل کتنا کیا؟۔‘‘

اس حدیث کی روشنی میں جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عام لوگوں کے لئے آخرت میں ان چار سوالوں کا جواب نہایت ہی مشکل ہوگا، وہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ علمائے کرام، قراء کرام، حفاظ کرام، تبلیغی حضرات، مجاہدین، عقیدۂ ختم نبوت کے محافظین، غرض یہ کہ اعلائے کلمۃ اللّٰہ، دینی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف اور کوشاں افراد اور جماعتوں کے لئے حساب دینا نہایت ہی آسان ہوگا۔

اس لئے کہ ان حضرات سے جب یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر کس مصرف میں خرچ کی ہے؟ تو ان کے لئے یہ جواب دینا کتنا آسان ہوگا کہ سن شعور سے لے کر موت تک بغیر کسی لالچ وطمع اور بغیر کسی دکھاوے اور شہرت کی نیت کے ہم اللہ تعالیٰ کے دین، اللہ تعالیٰ کے قرآن اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف کار رہے۔

انہیں میں سے ایک حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ہیں، تقریباً پچاس سال تک حدیث نبوی کا درس دیتے رہے، داخل تو ہوئے تھے علم دین کے حصول کے لئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس ادارہ کے استاذ مقرر ہوئے، بلکہ پچاس سال تک شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز و متمکن رہ کر اسی ادارہ ہی سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے:

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ ایک ایسی شخصیت تھے جن کے نزدیک ان کی کتابیں ہی ان کا سب کچھ تھیں۔ دنیا کسے کہتے ہیں؟ وہ جانتا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ان کے شاگرد اور مرید شیخ یعقوب دہلوی سابق امام مسجد قباء و مشرف قاضیان مدینہ نے یہ واقعہ اپنے ساتھی ایک عالم دین کو سنایا کہ: ’’مدینہ منورہ تشریف لانے پر عرب علماء حضرت موصوفؒ کے جوتے سیدھے کرنا اپنا شرف سمجھتے تھے۔ ایک سفر میں ان عرب شاگردوں نے اتنے ہدایا دیے کہ ریالوں سے دو تھیلے بھر گئے۔ مدینہ سے واپسی پر شیخ نے مجھے حکم دیا کہ سارے پیسے مدینہ منورہ میں ہی غرباء میں تقسیم کردوں۔ میں نے باصرار کہا کہ حضرت! اپنی ضرورت کے بقدر رکھ لیں، لیکن وہ تیار نہیں ہوئے اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا۔ جب ایئر پورٹ پہنچے تو مجھ سے کہا کہ: مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں واپس لوگے۔‘‘ جس شخص کے یہاں دنیا کی یہ

حیثیت ہو اس سے یہ سوال کیسے ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

برصغیر میں خدمت حدیث کا سلسلہ جو حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہٗ سے آپ کی اولاد واحفاد اور ان کے شاگردوں کی مساعی جلیلہ کی بدولت عام ہوا، اور آگے چل کر ان کے صحیح جانشین دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارن پور کے ذریعہ اتنا عام ہوا کہ شہر شہر ہی نہیں بلکہ قریہ قریہ تک پہنچ گیا، آخری دور میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، نیز ان حضرات کے فیض یافتگان نے تو بعض اعتبار سے ماضی بعید کے علماء کی یادیں تازہ کردیں، مثلاً: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مراقدہم کے رشحات قلم واسان نے پوری علمی دنیا کو اپنی گراں قدر خدمات حدیث سے حیرت زدہ کردیا۔ مولانا موصوف انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث کی خدمت خواہ کسی نوعیت کی ہو بڑے شرف وکمال اور عز وافتخار کی بات ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی ایسے سعادت مند اور خوش نصیب افراد کے لئے خوش خبری ہے کہ:

''نضر اللّٰہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا وأداھا۔'' (مشکوٰۃ، ص:۳۵، ط: قدیمی)

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شخص کو خوش وخرم اور تروتازہ رکھے جس نے میری کسی بات کو سنا، اسے یاد کیا اور جوں کا توں اس کو دوسروں تک پہنچایا۔''

اس حدیث میں احادیث پڑھنے پڑھانے اور احادیث کی خدمت کرنے والوں کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی جو حضرت مولانا محمد یونس جونپوری قدس سرہٗ کی کتاب ''نوادر الحدیث'' کے مرتب ہیں، اس کتاب کے عرض مرتب میں لکھتے ہیں:

''استاذی ومخدومی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) اللہ تعالیٰ کے ان خوش نصیب بندوں میں ہیں جن کی پوری زندگی اشتغال بالحدیث اور فن حدیث شریف کی خدمت میں گزری، آپ کے علمی تبحر اور فن حدیث سے حقیقی مناسبت اور گہری واقفیت پر کبار علماء ومشائخ اور اساتذۂ حدیث کو پورا اعتماد تھا، چنانچہ کسی حدیث کے متن یا سند اور راوی کے متعلق کوئی اشکال پیش آتا، یا کسی حدیث کی تحقیق پیش نظر ہوتی یا اصول حدیث کے کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی سامنے آتی تو کبار علماء مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ، مولانا عبید اللہ صاحبؒ مرکز نظام الدین، مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ، مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ جیسی اہم شخصیات بھی آپ کی طرف رجوع فرماتیں (جیسا کہ پیش نظر مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے) آپ کے استاذ وشیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو تو آپ کی فن حدیث شریف سے گہری مناسبت اور واقفیت کا اس درجہ اعتماد تھا کہ بکثرت روایات اور سند کی بابت تحقیق وجستجو کا امر فرماتے تھے اور خود آپ کے پاس فن حدیث کے سلسلہ کے جو خطوط آتے، انہیں حضرت شیخ مدظلہٗ کے حوالہ فرمادیتے تھے، چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ناکارہ اپنی آنکھوں کی وجہ سے اب مراجعت کتب سے معذور ہے، اس لئے تمہارا خط اپنے یہاں مدرس مولانا محمد یونس صاحب کو جو میرے بعد سے بخاری پڑھا رہے ہیں، ان کو دے رہا ہوں کہ جواب لکھ کر بھیج دیں، آئندہ بھی حدیث پاک سے متعلق جو استفسار ہو وہ مولانا محمد یونس صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور سے براہ راست پوچھ لیں۔'' (محمد زکریا)

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نوع کے علمی خطوط حضرت اقدس مدظلہٗ کی زیر نگرانی نقل بھی ہوتے تھے، بلکہ حضرت خود بھی نقل فرماتے تھے، تقریباً چالیس پچاس سال کے عرصہ میں اس نوع کے سوالوں کے جوابات کا بہت کافی ذخیرہ جمع ہوگیا تھا، جو متعدد کاپیوں اور مختلف فائلوں میں پھیلا ہوا تھا، اس علمی ذخیرہ کی اطلاع جن اصحاب علم وفن کو ہوتی گئی وہ اس کی طباعت اور منظر عام پر لانے کے شدت سے خواہش مند ہونے لگے۔''

(نوادر الحدیث مع الفلاح لی المنشورۃ، ص:۲۹،۳۰)

جب اس کتاب کی طباعت اور اشاعت سے پہلے حضرت سے تقریظ کے طور پر چند کلمات لکھنے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے غایت تواضع اور عاجزی سے صرف اتنا لکھا کہ:

''یہ چند علمی خطوط کے جوابات ہیں، ان کے لکھنے میں نہ تحریر الفاظ پیش نظر ہے، نہ خوشنمائی مقصود ہے، نہ یہ خوشنمائی کا ذریعہ ہیں، اس لئے

شائع کیے جا رہے ہیں شاید طلبہ کو نفع ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں ان کا کرم ہے۔ علماء کرام سے گزارش ہے کہ اس کو دیکھیں، اگر کسی مقام پر سقم معلوم ہو مجھے اطلاع کر دیں، تا کہ بعد وضوحِ حق اس کی اصلاح کی جا سکے۔" (نوادر الحدیث مع الآلی المنثورۃ، ص:۳۲)

اسی کتاب میں "فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے حضرت اقدس شیخ مدظلہٗ کی چند نصیحتیں" کے عنوان سے لکھا ہے:

بخدمت گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد یونس صاحب..........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے، بندہ رضوان محمد رافع ساکن آسٹریلیا متعلم دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات اس سال دورہ حدیث کی تکمیل کر کے آئندہ مہینہ سند فراغت اور دستارِ فراغت پا رہا ہے، الحمد للہ علی ذلک۔

بعدہٗ وطن کے لئے عازم ہے، لہٰذا آنحضرت مدظلہٗ سے عرض ہے کہ مجھے ادعیۂ صالحہ اور نصائح غالیہ سے نوازیں، شکریہ

والسلام مع الاحترام

عزیزم سلمہ..............................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز من! آپ نے دین کا علم پڑھا ہے، اس لئے آپ اپنے لئے اسی کو منتخب کریں، اسی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، چند باتیں لکھتا ہوں جو اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں: ۱:......تصحیح نیت اور اخلاص کا اہتمام ۲:......اتباعِ سنت پر مداومت، ۳:......معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری، ۴:......تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعتِ دین کی مکمل فکر، ۵:......تبلیغ سے حتی الوسع ربط، ۶:......تزکیہ واصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل، ۷:......اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز، ۸:......قدرے نوافل کا اہتمام، ۹:......اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

محمد یونس مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۷/۱۴۱۱ھ

(نوادر الحدیث مع الآلی المنثورۃ، ص:۱۹۵-۱۹۶)

ایک اور اہم نصیحت: تعلیم وتدریس کے ساتھ حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے

عزیزم سلمہ..............................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دین سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا بھی ضروری ہے، تدریس وتعلیم میں بھی مشغول رہنا چاہئے اور حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے، حدیث پاک میں ہے: "إن اللّٰہ تعالٰی لم یبعثنی معنتا ولا متعنتا ولکن بعثنی معلما میسرا"۔ رواہ احمد (۳/۳۲۸) ومسلم (۱/۴۸۰) عن جابرؓ، مسند دارمی سنن ابن ماجہ، ص:۲۱ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث میں "إنما بعثنی معلما" ہے، دیکھو: (مشکوٰۃ، ص:۳۶) مسند احمد میں ۴/۱۰۱ حضرت معاویہؓ کی حدیث میں ہے: "إنما أنا مبلغ واللّٰہ یھدی"۔ مسلم: ۱/۴۸۲، ترمذی: ۴/۲۰۵ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے: "إن اللّٰہ أرسلنی مبلغا ولم یرسلنی متعنتا" ہے، یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ترمذی کے الفاظ: "إنما بعثنی اللّٰہ مبلغا ولم یبعثنی متعنتا" ہیں، وفی إسنادہ انقطاع۔

العبد محمد یونس عفا اللہ عنہ (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

(نوادر الحدیث مع الآلی المنثورۃ، ص:۱۹۶)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے اپنے اس ہونہار طالب علم کو (جب کہ وہ حدیث کا سبق پڑھانا شروع ہوئے تھے) دعا دیتے ہوئے ایک پرچہ پر لکھا:

"ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دلِ بے تاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریسِ حدیث کا سینتالیسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ! مجھ سے آگے ہو گے۔ فقط (اس پرچے کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں) محمد زکریا

۲ رجب ۱۳۸۷ھ"

شاگرد نے بھی تعمیل حکم میں اس پرچے کو سنبھال کر رکھا اور اب اس کو ظاہر کیا، یہ ہوتی ہے شاگرد کی استاذ سے محبت۔

مولانا ابن الحسن عباسی صاحب لکھتے ہیں: جب دار التصنیف میں میرا تقرر ہوا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے گھر کے مہمان خانے میں دارالتصنیف کی طرف میرے ساتھ ریگ میں پڑی کاپیاں منتقل کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا یونس صاحب مظاہری کے درسِ بخاری کی تقریر ہے جو کیسٹوں میں تھی اور حضرت شیخ نے اپنی نگرانی میں اسے کاپیوں میں منتقل کیا۔ دوسری تقریر حضرت شیخ کی اپنی تھی، وہ فائلوں میں کیسٹوں سے منتقل کی گئی تھی۔ انہیں دونوں تقریروں کو بنیاد بنا کر ''کشف الباری، کتاب المغازی'' کا آغاز کیا گیا۔ دورانِ مراجعت اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا یونس صاحب انتہائی کثیر المطالعہ محدث ہیں، بعض اوقات وہ عام مراجع سے ہٹ کر کوئی بات کہہ دیتے، وہ نہ ملتی تو میں کبھی کبھار اسے چھوڑ دیتا، لیکن بعد میں وہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا، اس لئے پھر معمول یہ رہا کہ حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کا قول اگر کہیں نہیں ملتا تو انہی کے حوالے سے نقل کر کے لکھ دیتا: ''ما وجدت فی ما بین یدی من المصادر۔'' وہ شبلی نعمانی کی ''سیرۃ النبی'' کے مداح تھے، فرماتے تھے: بعض تفردات کے باوجود واقعاتِ سیرت کی جو منظر کشی اس میں کی گئی ہے، وہ بے مثال ہے۔

مولانا یونس صاحب کے علمی مقام کا عالم یہ ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ''الأبواب و التراجم'' میں کئی جگہ ان کا نام لے کر ان کی رائے نقل کی ہے۔ یہ برصغیر کے جلیل القدر شیخ الحدیث کا اپنے شاگرد کے لئے خراجِ عقیدت ہے اور اس سے بہتر ہدیہ محبت کیا ہو سکتا ہے۔''

آپ کے خودنوشت حالات سے چند اقتباس کسی قدر حک و اضافہ کے بعد نقل کئے جاتے ہیں:

آپ کی ولادت: ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی، پانچ سال دس ماہ میں تعلیم شروع ہوئی، کچھ دنوں ایک اسکول میں بھی گئے، وہاں کچھ درجات پڑھے، اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ ہندی کی کتاب پڑھ رہے تھے، اس میں لکھا ہوا تھا کہ: ''طوطا رام رام کرتا ہے'' والد صاحب نے جب یہ سنا تو فرمایا: ''کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا۔''

ابتدائی اور وسطانی درجات کی کتب پڑھ لینے کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا گیا، یہاں آ کر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم و تدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور اس سے اگلے سال مقامات و قطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی و اصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

اسی سال ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہو کر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابوداؤد شریف، نسائی شریف اور نور الانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے مسلم شریف، نسائی، ابن ماجہ اور موطئین زیر درس رہیں۔

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف و ہدایہ ثالث پڑھائی، وللّٰہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ و مبارکاً علیہ، اس کے بعد سے بحمد اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

(حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے خلفائے کرام، الجزء الثانی، ص: ۱۲۰ و ما بعدہٗ)

انتقال پرملال: ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بعد نماز فجر طبیعت میں اچانک بہت سستی پیدا ہوئی، ارباب مدرسہ سہارنپور کے مشہور اسپتال میڈی گرام لے کر گئے اور ساڑھے نو بجے کے قریب ڈاکٹروں نے انتقال کی تصدیق کر دی۔

حضرت کی نماز جنازہ اسی دن ہوئی اور محتاط اندازے کے مطابق دس لاکھ سے زیادہ افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، آپ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے اور پسماندگان، اعزہ، اقرباء، متعلقین اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مولانا عزیز احمد، مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی و دیگر علماء کرام و مبلغین ادارہ ہفت روزہ ختم نبوت، حضرت موصوف کی جدائی کو اپنا غم سمجھتا ہے، حضرت کے جملہ متعلقین اور احباب سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

کچھ باتیں دیارِ حرم کے مسافروں سے!

مولانا ندیم الواجدی

حج کے دن قریب آتے جارہے ہیں، جو مسلمان سفرِ حج کا ارادہ کرچکے ہیں اُن کی تیاری آخری مرحلہ میں ہے، بہت جلد وہ اس بلد امین کی مقدس سرزمین پر اپنے قدم رکھیں گے جہاں بیت اللہ شریف واقع ہے، اس گھر کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تعمیر کیے جانے والے پہلے گھر کا شرف حاصل ہے۔

”اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے اور جو تمام لوگوں کے لئے ہدایت و برکت والا ہے۔“ (آل عمران:96)

اللہ رب العزت نے اپنے اس گھر کو اس قدر عزت وعظمت سے نوازا ہے کہ اس نے رہتی دُنیا تک اسے مسلمانوں کا قبلہ بنادیا، دُنیا بھر میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں وہ اسی کی طرف رُخ کرکے اپنی تمام نمازیں ادا کرتے ہیں اور قیامت تک اسی طرح ادا کرتے رہیں گے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن یعنی حج کو بھی اس گھر کے ساتھ مربوط کیا گیا، خانہ کعبہ کی تعمیر سے لے کر آج تک بندگانِ خدا ندائے ابراہیمی پر لبیک کہتے چلے آرہے ہیں اور آئندہ بھی اس پکار پر اسی طرح لبیک کہتے رہیں گے، بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں:

”اور لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے لوگ آپ کے پاس چلے آئیں گے پیدل بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔“ (الحج:27)

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز سنی اور اس پر لبیک کہا اور اس طرح انہیں اسلام کا ایک اہم رکن ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ رکن جسے شریعت کی اصطلاح میں ”حج“ کہا جاتا ہے زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں، استطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مکہ مکرمہ تک جانے اور واپس آنے کا خرچ ہو اور واپسی تک اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے بھی مصارف موجود ہوں:

”اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس مکان کا حج کرنا ہے، اس شخص کے ذمے جو کہ وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھے۔“ (آل عمران:97)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، یہ سن کر حضرت اقرع ابن حابسؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! ہر سال؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال کے لئے فرض ہوجاتا اور اگر فرض ہوجاتا تو تم ادا نہ کرپاتے اور نہ اس کی استطاعت رکھتے، اس لئے حج ایک مرتبہ ہے جو ایک سے زیادہ مرتبہ حج کرے وہ نفل ہے۔ (مسند احمد:1/255، رقم الحدیث:2304۔ سنن نسائی:5/110، رقم الحدیث:2619)

وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسے اسلام کے اس اہم رکن کی ادائیگی کی سعادت حاصل ہو اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو اس عبادت کو محض دنیوی نام ونمود کے لئے ادا نہ کرے بلکہ اس کا مقصد فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حج کی برکتوں، سعادتوں اور رحمتوں کا حصول بھی ہو اور وہ اس فرض کی تکمیل اس طرح کرے کہ اس کا حج؛ حج مبرور بن جائے، جس کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ."

(صحیح البخاری:2/629، رقم الحدیث:1683)

”حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔“

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حج مبرور وہ ہے جس میں حاجی سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور اس کے تمام کام سنت کے مطابق انجام پائیں، قرآن کریم کی اس آیت میں یہی مراد ہے:

”سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ فسق اور نہ کسی قسم کا جھگڑا ہے حج میں۔“ (البقرۃ:197)

مسافرانِ دیارِ حرم پابہ رکاب ہونے سے پہلے کچھ دیر ٹھہر کر سوچیں کہ انہوں نے اپنے حج کو حج

مبرور بنانے کے لئے کیا کچھ تیاری کی ہے؟ سفر حج کے کچھ قانونی تقاضے ہیں وہ پورے کر لئے گئے ہوں گے، پاسپورٹ، ویزا ٹکٹ، کرنسی، احرام سب چیزیں ضروری ہیں، یقیناً ان ضروریات کی تکمیل کر لی گئی ہوں گی، بہ ظاہر تیاری پوری ہو چکی ہے اور اب اس سفر میں کسی طرح کی رکاوٹ کا کوئی امکان نہیں ہے مگر اس سے بڑھ کر تیاری روح کی تیاری ہے اور ان ضروریات کی تکمیل ہے جن کا تعلق دل سے ہے، حج میں جانے سے پہلے ہمیں اس روحانی تیاری پر بھی اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہئے، ہم اس سفر کے دوران پیش آنے والی ہر ضرورت کی چیز فراہم کرنے میں لگے ہیں اور پوچھ پوچھ کر ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی چیز رہ جائے اور راستے میں یا حرمین شریفین میں قیام کے دوران پریشانی اُٹھانی پڑے، اگر ہمیں احساس نہیں تو حج سے متعلق ان اُمور کا نہیں جن پر اس اہم عبادت کی صحت اور مقبولیت کا دارومدار ہے اور جن کے بغیر یہ سفر محض مالی اخراجات کا ذریعہ اور جسمانی مشقت کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حج کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق دے، اگر آپ اس سعادت کے مستحق بن چکے ہیں تو جس طرح آپ قانونی تقاضوں کی تکمیل میں مصروف ہیں، اسی طرح روحانی تقاضوں کی تکمیل میں بھی کچھ وقت صرف کریں۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا ہر عمل اور اس کی ہر عبادت اللہ رب العزت کی خوشنودی اور اس کی رضا کے لئے ہوتی ہے، اگر آپ حج اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ واپسی کے بعد ''حاجی'' کہلائیں گے اور لوگ آپ سے معانقے اور مصافحے کریں گے، دُعاؤں کی درخواست پیش کریں گے یا آپ اس لئے حج کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کی تنقید سے محفوظ رہیں گے جو آپ کی مالی وسعت و استطاعت کے حوالے سے حج نہ کرنے پر مطعون کرنے والے ہیں، اگر حج کے پیچھے یہ ارادے ہیں تو یاد رہے کہ اللہ کو آپ کے اس حج کی ضرورت نہیں ہے، ہو سکتا ہے آپ کے ذمے سے فرضیت ساقط ہو جائے، لیکن ایسا حج ''حج مبرور'' نہیں بن سکتا، کیوں کہ حج کی پہلی شرط ہی یہ ہے کہ آپ کا حج محض اللہ کی رضا کے لئے ہو قرآن کریم میں ہے:

''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔'' (البقرۃ:196)

یاد رہے کہ تمام اعمال کی صحت اور قبولیت کا دارومدار نیت کی دُرستگی پر ہے، اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

''حالاں کہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے خاص رکھیں۔'' (سورۃ البینۃ:5)

مشہور حدیث ہے:

''انما الاعمال بالنيات ولكل امرء مانوى.''

''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ہی اجر ملنے والا ہے۔'' (صحیح البخاری:1/3/رقم الحدیث:1)

اِخلاصِ نیت کے بعد ضروری ہے کہ حج کے لئے نکلنے سے پہلے اپنے سابقہ اعمال پر نگاہ دوڑائی جائے، زندگی میں کتنے فرائض و واجبات چھوڑے ہیں، کتنے گناہوں کا اِرتکاب کیا ہے، پھر ان گناہوں میں وہ گناہ کتنے ہیں جن کا تعلق بندگانِ خدا سے ہے، غیبت، چغل خوری، حق تلفی، ظلم و زیادتی، نااِنصافی، بددیانتی، اذیت کوشی یہ سب وہ گناہ ہیں جو ہم کسی احساس کے بغیر ہر وقت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم ان گناہوں کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ یہ گناہ ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں، یوں تو ہر مسلمان کے لئے ان گناہوں سے توبہ کرنا اور آنے والی زندگی میں ان سے بچنے کا عہد کرنا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''اور اے مومنو! تم سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

لیکن حجاجِ کرام کے لئے تو روح کی پاکیزگی اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کے گھر اس کے مہمان بن کر جا رہے ہیں، جیسے دُنیا میں مہمان صاف ستھرا ہو کر میزبان کے گھر پہنچتا ہے اسی طرح ان مہمانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک صاف ہو کر اللہ کے گھر میں قدم رکھیں اور اس تزکیہ وتطہیر کا واحد ذریعہ توبہ ہے، حدیث شریف میں ہے:

''التائب من الذنب كمن لا ذنب له.''

(سنن ابن ماجۃ:1/594، رقم الحدیث:1815)

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس سے کوئی گناہ ہی سرزد نہ ہوا ہو۔''

یہ تو ان گناہوں کا حال ہوا جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں اور اللہ اپنے فضل و کرم سے ان گناہوں کو معاف کرنے پر قادر ہے، دیکھا جائے تو یہ بندے اور اس کے خالق کے درمیان کا معاملہ ہے، لیکن ان سے بڑھ کر وہ کوتاہیاں اور لغزشیں ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، ان تمام کوتاہیوں کے لئے متعلقہ لوگوں سے معافی مانگنا (اگر وہ زندہ ہوں) ضروری ہے اور زندہ نہ ہوں تو ان کے لئے زیادہ سے زیادہ اِیصالِ ثواب کرنا چاہئے تاکہ قیامت کے دن وہ اپنے نامہ اعمال میں آپ کے بھیجے ہوئے تحائف و ہدایا دیکھ کر نرم پڑ جائیں، اس طرح کی معافی کا تعلق بھی ان کوتاہیوں سے ہے جو مالیات کے شعبہ سے نہ ہوں، مثلاً: کسی پر ظلم کیا ہو، اس کے سامنے یا پیٹھ پیچھے اسے بُرا کہا ہو، اس کی غیبت کی ہو، اس کو اذیت پہنچائی ہو، لیکن اگر کسی کو مالی نقصان پہنچایا ہو، اس کی

زمین دبائی ہو، یا مکان غصب کیا ہو، یا کسی کو وراثت میں حصہ نہ دیا ہو، یہ تمام وہ گناہ ہیں جو متعلقہ لوگوں سے براہِ راست معاف کرانے ہوں گے یا ان کی معافی کی صورت یہ ہوگی کہ جو کچھ مالی واجبات کسی دوسرے کے ہیں وہ پورے طور پر ادا کئے جائیں الا یہ کہ حق والے خود ہی اپنا حق چھوڑنے پر راضی ہو جائیں، بسا اوقات حق کی ادائیگی میں اس قدر تاخیر ہوتی ہے کہ حق دار لوگ دُنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں اس کے تمام ورثا سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہے، اگر ایک بھی وارث ایسا باقی رہ گیا جس تک اس کا حصہ نہیں پہنچایا گیا یا اس سے معاف نہیں کرایا گیا تو اس کے ذمے یہ حق بدستور باقی رہے گا اور کوئی صورت اس سے براءت کی نہیں ہوگی۔

آج کل حج پر جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے، ہر سال لاکھوں افراد گورنمنٹ کے ذریعہ اور پرائیویٹ ٹور آپریٹرز کے ذریعہ حج کرنے جاتے ہیں، اس کثرت تعداد کا سب سے خوش آئند پہلو یہ ہے اب مسلمان خوش حالی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اور ان میں مذہب کے تئیں جذبہ اور جوش بھی پیدا ہو رہا ہے، اس سلسلہ میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ مسافرانِ حرم میں سے کتنے لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا سفر ایسے مال سے ہو رہا ہے، جس میں کسی حرام کی آمیزش نہیں ہے؟ کیوں کہ حج ایسے مال سے کرنا چاہئے جو بالکل جائز ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔ رشوت، غصب، چوری، غبن یا ایسے ہی غیر شرعی اور غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی جانے والی دولت کے ذریعہ حج قبول نہیں ہوسکتا۔

ایک روایت میں ہے:

"اذا خرج بالنفقة الخبيثة فوضع رجله في الغرز فنادى لبيك فناداه مناد من السماء لا لبيك ولا سعديك زادك حرام ونفقتك حرام وحجك مازور، غير مبرور۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی:20/40، رقم الحدیث:1299)

ترجمہ: "جب کوئی حاجی مالِ حرام لے کر نکلتا ہے اور سواری پر اپنا پاؤں رکھتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے تیری لبیک قبول نہیں ہے اور نہ تیرا یہ سفر خیر و سعادت کا باعث ہے، تیرا زادِ راہ حرام ہے، تیرا مال حرام ہے، تیرا حج گناہوں سے بھرپور اور غیر مبرور ہے۔"

اسی طرح کی ایک روایت میں ہے:

"يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه الى السماء يقول: يارب يارب ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فانى يستجاب لذلك."

(صحیح مسلم، 1/100)

"ایک شخص طویل سفر کرتا ہے، پریشان حال پراگندہ بال اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے اللہ، اے اللہ! حالاں کہ اس کا کھانا اور پینا اور لباس حرام ہوتا ہے ایسی صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے؟!"

یہ نیکی اور خیر و سعادت کا سفر ہے، جس طرح ہم دنیوی اسفار کے لئے سفر کی نوعیت کے لحاظ سے مناسب زادِ راہ لے کر چلتے ہیں، اسی طرح اس سفر کے لئے بھی مناسب زادِ راہ کی ضرورت ہے اور زادِ راہ کا انتخاب خود قرآن کریم نے کیا ہے، ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی متاعِ سفر ہوسکتا ہے اور نہ کوئی زادِ راہ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور زادِ راہ لے کر چلو بلاشبہ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی زادِ راہ نہیں ہے۔" (البقرۃ:197)

تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ دل میں اللہ کا خوف اور اس کی خشیت ہو، یہ خوف و خشیت ہی انسان کو ظاہر و باطن کے گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے اور حج کے سفر میں یہی مطلب بھی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"حج کے دوران نہ کوئی فحش اور گناہ ہے اور نہ کوئی جھگڑا۔" (البقرۃ:197)

کہہ کر واضح کر دیا گیا کہ اس سفر کا اصل توشہ تقویٰ ہے، آج کل کے زمانہ میں سامانِ سفر کی زبردست تیاری کی جاتی ہے اور ایک ایک حاجی ضرورت سے زیادہ سامان اُٹھائے نظر آتا ہے، لیکن جو اصل زادِ راہ ہے اسے حاصل کرنے کی فکر بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے، حالاں کہ وہی مقصودِ حقیقی ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کی جان اور رُوح تقویٰ اور خوفِ الٰہی ہے، گھر سے باہر قدم رکھنے سے لے کر واپس آنے تک حاجی کے ہر عمل میں تقوے کی یہ کیفیت برقرار رہنی چاہئے، بعد میں بھی حج کی سعادت حاصل ہونے پر مغرور نہ ہو، اللہ کا خوف اس وقت بھی غالب رہے، گناہوں سے بچے، ایسا نہ ہو کہ گناہ نیکیوں کو ضائع کردیں اور ان کے اثرات کو ختم کردیں، حدیث شریف میں ہے کہ انسان حج کے بعد گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(صحیح البخاری:5/400، 1424)

قبولیتِ حج کی علامت ہی یہ ہے کہ حاجی کا دل دُنیا کی محبت سے فارغ اور آخرت کی طرف راغب ہو جاتا ہے، اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی دُعائیں قبول کی جاتی ہیں، حج کے بعد تقوے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ شیطان دل میں غرور پیدا کردیتا ہے، جس سے اس کا سارا عمل ضائع اور بے کار چلا جاتا ہے، حاجی کے پاس دُنیا کا زادِ راہ بہ قدرِ ضرورت ہو لیکن اِخلاص، للّٰہیت، اِتباعِ سنت، اِنابت الی اللہ اور خوف و خشیت کا توشہ اتنا ہونا چاہئے کہ وہ سفرِ حج کے دوران بھی قدم قدم پر کام آئے اور واپسی پر بھی اتنا بچ جائے کہ زندگی بھر کام آتا رہے۔☆

شہیدِ اسلامؒ اور فتنۂ قادیانیت

مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

نبی آخر الزماں، رحمت عالم، شفیع امم، معلم انسانیت، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، نبی السیف، نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کا ہر پہلو امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے محاسن کا مجموعہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا، لیکن ختم نبوت آپ کی ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر غالب ہے اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو ایسے خصوصی اعزازات، شرف اور فضیلت عطا کی کہ جس کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب کائنات سے درخواست کی یہ امت ان کو عطا کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ امت میرے محبوب اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔'' جن کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر سلسلۂ نبوت پر مہر لگائی گئی اور اس عقیدہ کے تحفظ کی برکت سے امت محمدیہ کو ''شاہد'' کے اعزاز سے متصف کیا تا کہ وہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام پر گواہی دیں گے۔ ختم نبوت کے اس عقیدہ کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخری چند گھنٹوں میں اسود عنسی کو جہنم رسید کر دیا گیا، جس کی اطلاع حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مطلع کیا۔

خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شرکت کا اعلان کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مختلف لشکروں میں تشکیل کی وجہ سے قاری، مفسرین، محدثین، حفاظ، قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو لشکر میں شامل کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کو اس کے چالیس ہزار لشکر سمیت جہنم رسید کیا گیا۔ بارہ سو سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت پر اپنی جانیں نچھاور کیں، جن سے سات سو حفاظ، قراء، محدثین، مفسرین شامل تھے۔ اس کے بعد یہ سنت جاری ہوگئی کہ جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد فرض ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عقیدہ ختم نبوت کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جھوٹے مدعی نبوت سے دلیل مانگنا بھی کفر ہے، کیونکہ دلیل طلب کرنے سے اس کے ذہن میں تصور ابھرتا ہے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا امکان ہے، حالانکہ اب امکان بھی باقی نہیں رہا۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے کسی بھی دور میں کسی جھوٹے مدعی نبوت کو کسی بھی انداز میں قبول نہیں کیا۔

اسی بنا پر ۱۸۹۲ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مجددیت، مہدویت، مسیح موعود کی آڑ میں جھوٹے دعویٰ نبوت کی طرف سفر شروع کیا تو علماء لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ جاری کر کے جہاد شروع کیا۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا گیا اور اس کفر کے فتویٰ کی توثیق کے بعد پورے برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ارتدادی سرگرمیوں کے آگے بند باندھنے کی مہم شروع ہوئی۔ انگریز کی سرپرستی اور کھلی حمایت کی وجہ سے جب اندیشہ ہوا کہ یہ فتنہ مسلمانوں کے لئے بڑے خطرہ کا باعث نہ ہو کیونکہ ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے واضح طور پر جھوٹا دعویٰ نبوت کر کے اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور برتر ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی، تو محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ۱۹۳۰ء میں برصغیر کے تمام علماء کرام کو جمع کیا اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کی اور پانچ سو علماء کرام سے بھی بیعت کرائی۔ مجلس احرار اسلام کے شعبۂ ختم نبوت کے تحت عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام شروع کیا گیا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اعلان فرمایا:

''جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرے گا میں ضمانت دیتا ہوں کہ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔“

۱۹۳۰ء میں ہی کام کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ اور دیگر علماء کرام کام شروع کرتے ہیں تو قربانیوں کی ایک لازوال داستان شروع ہوجاتی ہے، جگہ جگہ مناظرے، تقاریر اور مباہلوں کا آغاز ہوتا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں مسلمانوں میں ایک جذباتی کیفیت پیدا ہوتی ہے، خاص کر لدھیانہ میں یہ جذباتی پن بہت زیادہ عروج پر ہے۔ تحریک آزادی کے جوش وخروش میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا جوش وخروش دو آتشہ کا ساسماں ہوجاتا ہے، اس فضا میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی ابتدائی نشوونما اور لدھیانہ کے مدرسہ انوریہ میں تعلیم کا آغاز ہوجاتا ہے جو تحریک آزادی کا بھی مرکز ہے اور ختم نبوت تحریک کا روح رواں بھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پچاس سال بعد جو کام لینا تھا اس کا انتظام ابھی سے فرمادیا، قیام پاکستان کے بعد مدرسہ خیرالمدارس میں تعلیم کا سلسلہ اس نسبت اور کام کے لئے مہمیز کا کام دیتا ہے، کیونکہ خیرالمدارس کے ہر جلسے کی رونق مولانا محمد علی جالندھریؒ تھے جس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ختم نبوت کا تحفظ ہوتا، آپ کی تقریر سے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے خوابیدہ جذبات انگڑائی لینے لگتے ہیں اور آپ تعلیمی دور میں ہر جمعہ کی تقریر سننے مسجد سراجاں تشریف لے جاکر مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر سے اپنے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے مبارک جذبات کی آبیاری کرتے ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو آپ کا قلب عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مکمل تیار ہوچکا ہوتا ہے، اس لئے ”صدق جدید“ میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی، قادیانیوں کی حمایت میں ایک شذرہ تحریر فرماتے ہیں (جس کی بعد میں آپ نے تردید بھی کی) تو مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا دل تڑپ جاتا ہے اور ایک معمولی سا ابتدائی طالب علم قلم سنبھال کر جواب لکھتا ہے اور ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور صدق جدید کو روانہ کردیتا ہے۔ یہ مضمون دارالعلوم دیوبند نے بڑے اہتمام سے شائع کیا اور فرمائشی خط تحریر کیا کہ انکار حدیث کے فتنہ پر بھی قلم اٹھائیں۔ یوں مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے قلمی جہاد کا آغاز بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ سے ہوا۔ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ایک طالب علم کی حیثیت سے حصہ لیا، کیونکہ اس سال آپ دورۂ حدیث میں تکمیل درس نظامی کے لئے احادیث شریفہ کی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ بہرحال طالب علمانہ جوش وخروش سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اپنی استطاعت سے زیادہ اس میں حصہ لیا۔ آپؒ بہت فخر سے یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سال میں دستار فضیلت ملی، یہ میرے لئے بہت بہترین شگون ہے۔ اس کے بعد قلمی جہاد شروع ہوجاتا ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو بچپن ہی سے چار بزرگوں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، امام التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلوی، محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری، سلطان القلم مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ سے عشق کی حد تک عقیدت ومحبت تھی۔ اس لئے حضرتؒ نے کوشش کی کہ کسی طرح حدیث شریف کا تلمذ مولانا بنوریؒ سے حاصل کریں، لیکن والد ماجد کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے مولانا لدھیانویؒ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ مولانا بنوریؒ سے پہلی ملاقات طالب علمی کے دور میں ہوئی اور عقیدت و محبت میں اضافہ ہوگیا براہ راست تعلق ۱۳۸۶ھ میں ہوا، جب مولاناؒ کے ایک مضمون سے متاثر ہوکر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے آپ کو خط لکھ کر آپ کو مستقل تعلق کے لئے بنوری ٹاؤن کراچی بلایا اور ماہنامہ بینات کے مدیر کی حیثیت سے مولانا بنوریؒ کے ساتھ جہاد شروع کردیا تو حضرت بنوریؒ کی نسبت جو انہیں اپنے استاد علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے ملی تھی اور جس کی بنیاد پر انہوں نے پانچویں نمبر پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی منتقل ہونا شروع ہوئی۔ آپ نے دیگر موضوعات کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر لکھنا شروع کیا، آپ کے مضامین نے بہت جلد مقبولیت حاصل کرنا شروع کی اور علماء کرام اس پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی قوت ہے جو مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شخصیت کی تیاری کسی خاص کام کے لئے کرارہی ہے، کیونکہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے فرمایا: ”یہ میرے ہم نام اور ہم کام ہیں۔“ ایک موقع پر فرمایا کہ میں حضرت لدھیانویؒ اور مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کو میں اپنے مدرسہ کا ”مدار“ سمجھتا ہوں۔

۱۹۷۳ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چوتھے امیر مولانا لال حسین اخترؒ کا انتقال ہوا تو عارضی طور پر مولانا محمد حیات کو قائم مقام صدر مقرر کیا گیا۔

۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا، جس میں امیر کا انتخاب کیا جانا تھا۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اس اجلاس میں شرکت کے لئے جانے لگے تو احباب سے مشورہ کیا، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس موقع پر مولانا

بنوریؒ سے فرمایا: ''میری درخواست ہے کہ یا تو جماعت کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیجئے یا فاتحہ فراغ پڑھ کر جماعت کو ختم کرنے کا اعلان کرا دیجئے۔''

حضرت بنوریؒ نے برجستہ فرمایا: ''اگر میں جماعت کی امارت قبول کروں تو تم ساہیوال سے ملتان مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں منتقل ہو جاؤ گے؟ حضرت لدھیانویؒ نے عرض کیا: آپ جہاں حکم فرمائیں گے، مجھے وہاں بیٹھنے میں کوئی عذر نہیں۔''

دفتر ختم نبوت ملتان کے اجلاس میں تمام اراکین شوریٰ نے حضرتؒ کے سامنے چابیاں رکھ دیں کہ علامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ کی امانت سنبھالئے ورنہ دفتر کو تالا لگا دیجئے۔ اس طرح حضرت بنوریؒ کو امارت قبول کرنا پڑی۔

بحیثیت امیر حضرت بنوریؒ نے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو فوری طور پر دفتر ختم نبوت ملتان میں منتقل کیا۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے دفتر ختم نبوت کی لائبریری کو اپنا مسکن بنا کر تمام کتابوں کو گویا حفظ کر کے عقیدۂ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت اختیار کر لی۔ آپ کو قادیانیوں کی کتابوں کے حوالے ازبر تھے۔ مولانا بنوریؒ کی امارت بھی ایک تکوینی امر تھی، بقول مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ: ''گویا جماعت کے لئے حضرت بنوریؒ کا انتخاب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت کی کامیابی کے لئے تکوینی انتظام تھا۔''

مولانا بنوریؒ کو جماعت کی امامت وقیادت سنبھالے دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن کا واقعہ پیش آ گیا جس کے نتیجے میں تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل حزبِ اختلاف نے پیش کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین نے علمی، عملی تحریک کے میدان میں تمام جماعتوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کی۔ اس تحریک میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اپنے مرشد مولانا بنوریؒ کے ساتھ مل کر بھرپور حصہ لیا اور ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ منظور کیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت کا مشاہدہ دنیا نے کھلی آنکھوں سے کر لیا۔

مولانا بنوریؒ کے حکم پر دفتر ختم نبوت میں تشریف فرما کر مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے تصانیف کا سلسلہ شروع کیا اور ناظم نشریات کی حیثیت سے جماعت کا لٹریچر تیار کرنا شروع کیا، کیونکہ سابقہ بزرگوں کی کتابیں موجودہ دور کے مسلمانوں کی ذہنی سطح سے بہت بلند تر تھیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے سب سے پہلے قادیانیوں کو دعوتِ اسلام لکھ کر اس خوبصورت انداز میں ان کو ترغیبی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت سے جڑنے کی دعوت دی، جس کو پڑھ کر بہت سارے قادیانی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، اس کے بعد آپ کے قلم کو اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایسا قبول کیا کہ ادھر آپ قلم اٹھاتے ادھر الہامی طور پر جوابات صف باندھے آپ کے سامنے کھڑے ہو جاتے، پھر دنیا نے دیکھا کہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کا انتخاب ذاتی انتخاب نہیں بلکہ الہامی انتخاب تھا۔ ادھر قادیانیوں کی جانب سے کوئی اشکال آتا، حضرتؒ تسلی بخش جواب دیتے تین ہزار سے زائد صفحات صرف قادیانیت کی تردید کے موضوع پر آپ کے شاہکار قلم سے قرطاسِ ابیض کی زینت بن کر امت مسلمہ سے خراجِ تحسین حاصل کرتے ہیں، جن میں عقیدۂ ختم نبوت، کلمہ طیبہ کی توہین، عدالت عظمیٰ کی خدمت میں، قادیانیوں کو دعوتِ اسلام، ظفر اللہ کو دعوتِ اسلام، مرزا طاہر کے جواب میں، مرزا طاہر آخری اتمام حجت، ضمیمہ دو دلچسپ مباحثے، قادیانی فیصلہ، شناخت، نزول عیسیٰ علیہ السلام، المہدی والمسیح، قادیانی اقرار، قادیانی تحریریں، قادیانی زلزلہ، مرزا قادیانی مراق سے نبوت تک، قادیانی جنازہ، قادیانی مردہ، قادیانی ذبیحہ، قادیانی اور تعمیر مسجد، غدارِ پاکستان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی، گالیاں کون دیتا ہے؟ قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق، دارالعلوم دیوبند اور عقیدۂ تحفظ ختم نبوت، مسئلہ ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ، فتنۂ قادیانیت اور پیامِ اقبالؒ، ربوہ سے تل ابیب تک حصہ اول ودوم، مرزا طاہر کے چیلنج کا جواب، مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد، مجازی نبوت کا تارِ عنکبوت، معرکہ لاہور قادیان، حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام، مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ عقل و انصاف کی عدالت میں، نزول عیسیٰ علیہ السلام چند تنقیحات و توضیحات، ترجمہ مقدمہ عقیدۃ الاسلام، مہدی آخر الزمان اور فرقہ مہدویہ، مندرجہ بالا تمام رسائل تحفۂ قادیانیت کی چھ جلدوں میں مجموعہ کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جبکہ علیحدہ علیحدہ رسالے کی شکل میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر لاکھوں انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں اور اگلی صدیوں تک کرتے رہیں گے، اس کے علاوہ ردّ قادیانیت سے متعلق اہم کتب جو نایاب ہو چکی تھیں، ضرورت اور افادہ کے پیش نظر مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ان کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے شائع کرا کر امت کی ضرورت کو پورا کیا۔

۱۷ راکتوبر ۱۹۷۷ء کو محدث العصر مولانا سیّد

محمد یوسف بنوریؒ اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف تشریف لے جاتے ہیں اور شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ امیر مرکزیہ کی حیثیت سے مسند صدارت پر متمکن ہوتے ہیں اور نائب امیر مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ بنتے ہیں تو اب مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا وہ عظیم مرحلہ شروع ہوتا ہے، جس کے لئے قدرت نے آپ کو مولانا بنوریؒ کے دامن کے ساتھ وابستہ کرکے تیار کرنا شروع کیا تھا۔ سیّد الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو اپنی زبان قرار دیا تھا۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ بھی شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ کی زبان قرار پانے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت میں لائے گئے تھے۔

امیر منتخب ہونے کے بعد شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ: آپ اتنے عظیم منصب پر فائز ہوگئے تمام جلسوں کی صدارت بھی آپ کرتے ہیں مگر زبان سے ایک لفظ ادا نہیں کرتے تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ استاد مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے ذریعہ مجھے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شکل میں زبان اور ترجمان عطا کردیا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ میرے سے کہلوانا چاہتے ہیں وہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے دل میں القا کردیتے ہیں اور ان کی زبان سے جاری ہوجاتا ہے۔''

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ترجمان ختم نبوت کا حق ادا کردیا، قلمی حق کی مثالیں اوپر بیان ہوچکی ہیں۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی امارت کے بعد تمام کانفرنسوں اور جلسوں میں سب سے اہم بیان آپ ہی کا ہوتا، جس میں آپ مدلل انداز میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت کرتے۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں نے اپنے امیر مرزا طاہر کے حکم پر قادیانیت سے متعلق ترامیم کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا، حالانکہ اس ترمیم کو پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے تسلیم کرکے صحیح قرار دیا تھا۔ قادیانی کھلے عام شعائر اسلام استعمال کرنے لگے، کلمہ طیبہ اپنے سینوں پر آویزاں کرکے مسلمانوں کو مشتعل کرنے لگے۔ اس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتجاج کیا، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ''کلمہ طیبہ کی توہین'' کے عنوان سے رسالہ لکھ کر وضاحت کی مگر معاملہ صحیح نہیں ہوا، جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسلام آباد میں دھرنے کا اعلان کیا۔ مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر علماء کرام بھی شامل ہوئے۔ آخرکار جنرل ضیاء الحق مرحوم کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور امتناع قادیانیت آرڈی ننس جاری ہوا۔ قادیانیوں کے لئے شعائر اسلام استعمال کرنا ممنوع قرار پایا۔ خود کو مسلمان کہلوانا جرم بنا، مرزا طاہر نے جمعہ کا خطبہ نہیں دیا اور اس کے بعد لندن فرار ہوکر وہاں قادیانیت کا مرکز بنایا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کی روشنی میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مفتی احمد الرحمٰنؒ نے لندن کا سفر کیا اور وہاں ختم نبوت سینٹر قائم کرکے قادیانیوں کا تعاقب شروع کیا۔ مولانا منظور احمد الحسینیؒ حاجی عبدالرحمٰن یعقوب باوا کو وہاں مبلغ مقرر کرکے عقیدۂ ختم نبوت کا کام انگلینڈ میں شروع کرکے قادیانیت کا راستہ روکا۔

الحمدللہ! آج ۳۲ سال سے یورپ میں ختم نبوت کا کام ان دونوں بزرگوں کے لئے صدقہ جاریہ کی حیثیت سے جاری ہے۔ انگلینڈ، بیلجیم اور جرمنی میں ہر سال کانفرنس میں سب سے اہم بیان مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا ہوتا اور آپ پندرہ دن میں پورے انگلینڈ کی تمام مساجد میں ہزاروں میل کا سفر کرکے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دلکش انداز میں بیان فرماتے، جس کو سننے کے بعد دور دراز سے لوگ آتے اور ردِ قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عزم لے کر جاتے۔

جنوبی افریقہ میں قادیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف مقدمہ کردیا تو مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور کتابوں کے انبار سے دلائل کے ڈھیر لگادیے، بالآخر غیر مسلم عدالت کو فیصلہ کرنا پڑا کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

الغرض مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں جو خدمات ہیں تاریخ اس کو سنہری حروفوں میں محفوظ کرے گی۔

☆☆..................☆☆

آمد خاتم الانبیاء ﷺ

''یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو اُن پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے۔ لیکن کیا کیجئے، ان میں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا! پر ایک! اور صرف ایک جو آیا، اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو آنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا! اور چمکتا ہی چلا جارہا ہے۔ بڑھا! اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ چڑھا! اور چڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا چاہئے! کہ جنھیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کئے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اُسی کو ہے اور اُس کے سوا کس کو ہوسکتا ہے؟ جو پچھلوں میں بھی اُسی طرح ہے! جس طرح پہلوں میں تھا۔ دور والے بھی اس کو ٹھیک اُسی طرح پارہے ہیں، اور ہمیشہ پاتے رہیں گے؛ جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اُسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا؛ جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اُسی کے اور صرف اُسی کے دن کے لئے رات نہیں۔ ایک اُسی کا چراغ ہے، جس کی روشنی بے داغ ہے۔'' (النبی الخاتم از علامہ سیّد مناظر احسن گیلانیؒ)

رزق کی قدردانی

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی

کھانے پینے کی اشیاء کے تعلق سے اس فراوانی اور بہتات کے دور میں اس کی ناقدری اور بے حرمتی ایک عام سی بات ہوگئی ہے، بچے ہوئے کھانے کو محفوظ رکھ کر اس کے استعمال کو معیوب گردانا جاتا ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغرب کی اندھی تقلید نے جہاں اقدار کے بہت سارے پیمانے بدل دیئے ہیں، اسی طرح کھانے کے بچانے اور اس کے پلیٹ میں رکھ چھوڑنے کو ایک مہذب عمل سمجھا جاتا ہے اور پلیٹ کی مکمل صفائی اور پلیٹ کے بقیہ ریزوں کے استعمال اور اس کے کھالینے کو حقیر تر باور کیا جاتا ہے اور خصوصاً شادی بیاہ کے مواقع پر اسراف و فضول خرچی کے وہ نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں اور رزق کی بے حرمتی کے وہ مناظر نگاہوں سے گزرتے ہیں کہ الامان والحفیظ! اسراف و فضول خرچی کا ایک طومار ہوتا ہے، مختلف کھانوں کی ڈشز نے تقاریب کے موقع پر رزق کی ناقدری کو بڑھاوا دیا ہے، مختلف نوع کے کھانے اور ہر ایک سے کچھ چکھ لینے کی نیت نہ جانے کس قدر رزق کی بے حرمتی اور اس کی ناقدری کی وجہ بنتی ہے! اگر ہم یہ ارادہ کرلیں کہ ہم رزق کی قدر کریں گے تو کتنے غریبوں کے بھوک، علاج اور ان کے فاقوں کا مداوا ہوسکتا ہے اور کتنے نان شبینہ کے محتاج اور سسکتے بلکتے اور فاقہ زدہ گھرانوں کی خوشیاں عود کر آسکتی ہے! انانیت اور شہرت اور جاہ کی طلب نے بالکل اندھا کردیا ہے، سوائے اپنی انا کی تسکین کے ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا اور لوگوں میں اپنی شان جتانے اور صرف ناک اونچی کرنے کی خاطر ہمیں رزق کی ناقدری اور بے حرمتی منظور ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینا منظور ہے، لیکن اپنی شان نہ جائے، شخصیت پر آنچ نہ آئے۔

میری نگاہوں سے رزق کی قدردانی کے تعلق سے دو واقعات گزرے انہیں کی روشنی میں اس گناہ عظیم اور ہمارے معاشرے کے اس عظیم روگ کے تعلق سے نشاندہی کرنا چاہتا ہوں، خدارا! ان واقعات کو عبرت کی نگاہ سے پڑھئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب "ذکر و فکر" میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے: "ایک مرتبہ میرے والد ماجدؒ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ (جو میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے) کے گھر ملاقات کے لئے گئے۔ کھانے کا وقت آگیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا گیا، کھانے سے فارغ ہونے پر والد صاحب دسترخوان سمیٹنے لگے تاکہ اسے کہیں جھٹک آئیں، حضرت میاں صاحبؒ نے پوچھا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ والد صاحب نے عرض کیا: حضرت! دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھٹک دوں۔ میاں صاحب بولے: کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا: کیا یہ بھی کوئی فن ہے؟ میاں صاحبؒ نے جواب دیا، جی ہاں! یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟ والد صاحب نے درخواست کی کہ حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ آیئے! میں آپ کو یہ فن سکھاؤں، یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی ہوئی بوٹیاں الگ کیں، ہڈیوں کو الگ جمع کیا، روٹی کے جو بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے، انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کرلیا، پھر فرمایا کہ میں نے ان میں سے ہر چیز کی الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے، ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے، کتے کو وہ جگہ معلوم ہے اور وہ وہاں آکر یہ ہڈیاں اٹھالیتا ہے اور روٹی کے یہ ٹکڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں، وہاں پرندے آتے ہیں اور یہ ٹکڑے ان کے کام آتے ہیں اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں، یہ میں چیونٹیوں کے کسی بل کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے اور پھر فرمایا: یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں، ان کا کوئی حصہ اپنے امکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہئے۔" (ذکر و فکر، ص:۳۳)

اس وقت پیسوں اور مال و دولت کی فراوانی میں جو ہم رزق کے ضیاع اور بے حرمتی کے نقوش پیش کر رہے ہیں، کبھی خدانخواستہ احوال زمانہ ہمیں کنگال اور بالکل غریب اور نہتا اور مفلس نہ کردیں۔

ایک عربی ادیب محمد بن عبدالعزیز نے رزق کی حرمت اور پاس داری کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے پڑوسی کو عصر کی نماز کے بعد کوڑے دان کے پاس اس میں کچھ لے کر اپنے گھر جاتے دیکھا تو اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ شخص محتاج اور نادار ہے اور مجھے اس کا پتہ بھی نہیں، چنانچہ میں نے اس سے ملاقات اور اس کے احوال کی جان کاری اور کوڑے دان سے اسے کچھ اٹھاتے جو دیکھا تھا اس

سے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا، جب میں اس سے ملاقات کی غرض سے اس کے پاس گیا تو وہ بہترین غنی اور مالداری کی حالت میں تھا۔ میں نے اس سے کوڑے دان سے کھانے اٹھانے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے کوڑے دان میں کھانے کے قابل کھانے کو پڑا دیکھا تو اچھا نہیں لگا، میں نے اس کو اٹھانے اور اس غلیظ جگہ میں پڑے رہنے کے بجائے اس کے اکرام میں بہتری سمجھی۔

"اس نے بتایا کہ ایک دفعہ میں فاقہ کی شدید حالت سے گزرا تب سے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں کھانے اور رزق کی بے حرمتی نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ قصہ کچھ یوں درپیش ہوا کہ مکہ میں مجھے ایک سال بالکل فاقے گزارنے پڑے، نہ میرے پاس کوئی پیسہ تھا اور نہ مجھے کوئی کام مل پا رہا تھا۔ میں صبح کام کی تلاش میں نکلتا اور رات میں کچھ کام نہ ملتا تو گھر آکر سو جاتا، میری بیوی اور بیٹی روزانہ اس انتظار میں ہوتیں کہ میں کچھ لے آؤں اور ان کی بھوک کا مداوا کروں۔ جب معاملہ حد سے گزرنے لگا اور تین دن فاقہ میں گزر گئے تو میں نے بھوک مٹانے کی خاطر اپنی حسین وجمیل اور اکلوتی بیٹی کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا، اس کو بنا سنوار کر بازار لے گیا، ایک دیہاتی کی نظر لڑکی پر پڑی، اس نے لڑکی کو دیکھا تو اسے پسند آ گئی، اس نے مجھ سے لڑکی کے تعلق سے بھاؤ تاؤ کیا، چاندی کے بارہ ریال پر راضی ہو گیا، جیسے ہی میں نے درہم اس کے ہاتھ سے لئے تو اس کو لے کر کھجور کے بازار کی جانب دوڑ پڑا، پیٹ بھرنے کی خاطر کھجور کی ایک زنبیل دو ریال کے عوض خریدی اور ایک قلی کو اس کے اٹھانے کے لئے خرید لیا، بھوک کی شدت کی وجہ سے مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی، میں اس سے پہلے گھر پہنچ گیا، گھر پہنچنے پر پیچھے دیکھا تو قلی نظر نہیں آیا، میں اس کی تلاش میں نکل پڑا، پھر میں نے سوچا میں بازار جا کر دوسری کھجور خرید لیتا ہوں، میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ بقیہ ریال بھی گم ہو گئے تھے، مجھ پر بہت زیادہ مایوسی اور غم طاری ہو گیا، میں نے حرم شریف میں جانے کا عزم کیا، جب میں مطاف میں پہنچا تو وہ دیہاتی میری لڑکی کے ساتھ نظر آیا، میرے دل میں خیال آیا کہ جب یہ مکہ سے نکلے گا تو وہاں کسی گھاٹی میں گھات لگا کر اس کو قتل کر کے اس سے اپنی لڑکی کو آزاد کرا لوں گا، میں طواف کر رہا تھا تو وہ مجھے نظریں چرا کر دیکھنے لگا، اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔ بتاؤ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے کہا: یہ میری باندی ہے، اس نے کہا: نہیں! یہ تیری بیٹی ہے، میں نے اس سے پوچھا ہے، اس لڑکی نے کہا: یہ میرے والد ہیں۔ اس نے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: ہم تین دن سے فاقہ سے تھے، موت کے اندیشے اور ہم تینوں کی ہلاکت کے خوف سے میں نے ایسا کیا، پھر میں نے لڑکی کی قیمت اور اسکے گم ہو جانے کے تعلق سے اس کو بتلایا کہ مجھ کو اس رقم سے کوئی نفع نہیں ہوا تو اس دیہاتی نے کہا: اپنی لڑکی لے لو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے ایک تھیلی نکالی، جس میں تیس ریال تھے، اس میں سے تقسیم کر کے آدھے مجھے دیئے، میں بہت خوش ہوا، اس کے لئے اللہ سے دعا کی اور اس کے فضل واحسان پر اس کے گن گائے اور اپنی لڑکی کو لے کر کھجور خریدنے کے لئے بازار گیا تو مجھے وہ قلی نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: چچا جان! آپ تو جلدی جلدی چل رہے تھے، مجھے تو راستہ ہی نظر نہ آیا، میں نے آپ کی تلاش کی بہت کوشش کی، تلاش بسیار کے بعد بازار واپس چلا آیا، میں نے کہا: وہ کھجور لے آؤ، جب ہم واپس ہو کر گھر میں داخل ہوئے اور برتن میں کھجور خالی کرنا چاہا تو وہیں مشک کے نیچے وہ درہم موجود تھے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے یہ علم ہو گیا کہ ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے، پھر اس وقت سے یہ عزم کیا کہ ہمیشہ اللہ عزوجل کی نعمتوں اور اس کے رزق کی قدردانی کروں گا، کبھی بھی رزق کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھوں گا اور نہ اسے پھینکوں گا اور نہ کبھی کھانے کو کوڑے دان میں یا گندگی میں پڑا رہنے دوں گا۔"

(القصۃ القصیرۃ ودورھا فی نشر رسالۃ الاسلام
الدکتور محمد فضل اللہ شریف)

یہ واقعہ رزق کی قدردانی کے تعلق سے نہایت عبرت خیز ہے، رزق کی اہمیت کا اندازہ فاقہ اور بھوک کی شدت میں ہی لگایا جا سکتا ہے، اس لئے رزق کی بے حرمتی اور ناقدری سے بچیں، اس کے ذریعہ غریبوں، مسکینوں اور بھوکوں کی بھوک مٹانے کا نظم کریں، شادی بیاہ، دعوتوں اور تقاریب کے موقع سے اور ہوٹلوں میں رزق کے ضیاع سے حفاظت کر کے ہزاروں بھوکے لوگوں کے پیٹ بھرے جا سکتے ہیں، اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ محض اپنی شان رکھنے کے لئے کھانے کے ضیاع اور اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے والے نہ بنیں، اللہ کی ناراضگی اور اس کی نعمت کی ناقدری کہیں اس کے غضب کے نزول کا سبب نہ بن جائے اور ہم سے بھی اس نعمت کی ناقدری کی وجہ سے وہ نعمت چھن نہ جائے اور ہمیں بھی برے اور بھیانک احوال سے گزرنا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

"محمد رسول اللہ" کا قادیانی تصور

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

(۳)

عقیدہ(۷) قرآن کریم کے مطابق صاحب کوثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قادیانی عقیدہ ہے کہ آیت انا اعطیناک الکوثر مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۰۲، خزائن ص:۱۰۳، ج:۲۲)

عقیدہ(۸) قرآنی عقیدہ ہے کہ صاحب اسراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ صاحب اسراء بھی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں کیونکہ آیت "سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ" ان پر نازل ہوئی ہے۔ (تذکرہ، ص:۸۱، طبع دوم، طبع سوم، ص:۷۹، ص:۷۵، ص:۶۳۵)

عقیدہ(۹) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بحالت بیداری جسم اطہر کے ساتھ ہوئی تھی' چنانچہ خود مرزا قادیانی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ تقریباً تمام صحابہؓ کا اس پر اجماع تھا۔ وہ لکھتا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے' تقریباً صحابہؓ کا بھی اعتقاد تھا' جیسا کہ مسیح کے اٹھائے جانے کی نسبت اس زمانہ کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں' یعنی جسم کے ساتھ اٹھائے جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا۔" (ازالہ اوہام ص:۲۸۹، خزائن ص:۲۴۷، ج:۳)

صحابہ کے دور سے آج تک مسلمانوں کا اسی پر اجماع چلا آتا ہے' لیکن قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

"معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا' بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔" اور یہ کہ "مرزا خود بھی اس قسم کے کشفوں میں صاحب تجربہ ہیں۔"

(حاشیہ ازالہ اوہام ص:۴۷، ۴۸، خزائن ص:۱۲۶، ج:۳)

گویا معراج جسمانی تو کجا؟ معراج کشفی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں' بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔

عقیدہ (۱۰) "قرآنی عقیدہ ہے کہ قاب قوسین کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے' مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ یہ منصب مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہے۔" (تذکرہ، ص:۷۰، طبع دوم' طبع سوم، ص:۳۹۵)

عقیدہ (۱۱) قرآنی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ: "خدا عرش پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف کرتا ہے اور اس پر درود بھیجتا ہے۔" (تذکرہ ص:۶۵۹، اربعین نمبر۲، ص:۳' ۱۵، خزائن، ص:۳۴۹، ج:۱۷)

عقیدہ (۱۲) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی باعث تخلیق کائنات ہے' آپ کا وجود باجود نہ ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آتی' لیکن قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ کائنات صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی خاطر پیدا کی گئی ہے' وہ نہ ہوتے تو نہ آسمان و زمین وجود میں آتے' نہ کوئی نبی ولی پیدا ہوتا' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے۔

"لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔"

(حقیقۃ الوحی ص:۹۹، خزائن ص:۱۰۲، ج:۲۲)

عقیدہ(۱۳) اسلامی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر اور سید الانبیاءؑ ہیں' آپ کا مرتبہ تمام انبیاءؑ کرام سے اعلیٰ وارفع ہے لیکن قادیانی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے:

"آسمان سے کئی تخت اترے' پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔"

(حقیقۃ الوحی ص:۸۹، خزائن ص:۹۲، ج:۲۲)

اور اسی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی یہ ترانہ گاتے ہیں:

"انبیاءؑ گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی راجام
داد آں جام رامرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین"

(نزول مسیح ۹۹، ۱۰۰، خزائن ص:۴۷۷، ۴۷۸، ج:۱۸)

ترجمہ: "انبیاءؑ اگرچہ بہت ہوئے ہیں' مگر میں عرفان میں کسی سے کم نہیں

ہوں' جو جام کہ ہر نبی کو دیا گیا ہے' وہ مجھے پورے کا پورا دے دیا گیا ہے' میں از روئے یقین ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں' جو شخص جھوٹ کہے وہ لعنتی ہے۔"

اور اسی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

"منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد"

(تریاق القلوب ص:۳، خزائن:۱۳۴، ج:۱۵)

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

(نزول المسیح ص:۱۰۰، خزائن ص:۴۷۸، ج:۱۸)

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تابہ نہد بمنبرم

(ازالہ ص:۱۵۸، خزائن ص:۱۸۰، ج:۳)

عقیدہ (۱۴) اسلامی عقیدہ ہے کہ صاحب مقام محمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور قادیانیوں کے نزدیک مقام محمود مرزا غلام احمد قادیانی کو عطا ہوا ہے' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے:"اراد اللہ ان یبعثک مقاماً محموداً"

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۲' خزائن ص۱۰۵ ج۲۲)

عقیدہ (۱۵) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول آپ کی پیروی کریں گے' اور قادیانیوں کے نزدیک اب یہ مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہے "الفضل" لکھتا ہے:

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے مرتبہ کی نسبت مولانا (محمد احسن امروہوی قادیانی) لکھتے ہیں کہ پہلے انبیاء اولوالعزم میں بھی اس عظمت شان کا کوئی شخص نہیں گزرا۔ حدیث میں تو ہے کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو آنحضرت کے اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ ہوتا (حدیث میں حضرت موسیٰ کا نام مذکور ہے' حضرت عیسیٰ کا نہیں' کیونکہ وہ تو زندہ ہیں' اور آپ کی پیروی بھی کریں گے' ناقل) مگر میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کے وقت میں بھی موسیٰ و عیسیٰ ہوتے تو مسیح موعود (مرزا غلام قادیانی) کی ضرور اتباع کرنی پڑتی۔"

(اخبار الفضل: ۱۸/ مارچ ۱۹۱۶ء' بحوالہ قادیانی مذہب ص:۳۲۵)

عقیدہ (۱۶) قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو"امت کی مائیں" فرمایا ہے' وازواجہ امہاتہم (الاحزاب) لیکن قادیانی مذہب میں یہ لقب مرزا غلام احمد قادیانی کی اہلیہ محترمہ کا ہے۔

عقیدہ (۱۷) مسلمانوں کے نزدیک محمد عربی کا لایا ہوا قرآن معجزہ ہے' اور قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی کے علاوہ ان کی تصنیف اعجاز احمدی' اعجاز المسیح' اور خطبہ الہامیہ بھی معجزہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص کمالات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت نے مرزا قادیانی پر چسپاں نہ کر دیا ہو' کیوں؟ اس لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا مظہر ہونے کی وجہ سے اب چودھویں صدی کے محمد رسول اللہ ہیں۔

عقیدہ (۱۸) یہی وجہ ہے کہ مسلمان تو جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو "محمد رسول اللہ" سے ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوتی ہے' لیکن قادیانی جب یہی کلمہ پڑھتے ہیں تو "محمد رسول اللہ" سے صرف بعثت اولیٰ کے محمد رسول اللہ مراد نہیں ہوتے بلکہ دوسری بعثت یعنی قادیانی بعثت کے محمد رسول اللہ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی بھی مراد ہوتے ہیں۔ اور یہ الزام نہیں' بلکہ مرزا قادیانی کی بعثت ثانیہ کا منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی لکھتے ہیں:

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے' جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:"صار وجودی وجودہ" نیز "من فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی وما رای" اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا' جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے' پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے' اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں' ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔"

(کلمۃ الفصل ص۱۵۸)

عقیدہ (۱۹) چونکہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قادیان میں دوبارہ آنے کے قائل نہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ تسلیم نہیں

کرتے اس لئے قادیانیوں کے نزدیک وہ قادیانی کلمہ کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

”اب معاملہ صاف ہے‘ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے‘ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے‘ بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں‘ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں‘ جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے‘ آپ کا انکار کفر نہ ہو۔“

(کلمۃ الفصل ص:۱۴۶،۱۴۷)

مکی بعثت پر قادیانی بعثت کی فضیلت:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ ظہور قادیان‘ ضلع گورداسپور میں ہوا۔ اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں نے ”مسیح موعود محمد است وعین محمد است“ کا نعرہ بڑی شدت سے لگایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوصاف وکمالات مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منتقل کردیئے۔ اس پر قادیانی جماعت کے اخبارات ورسائل میں بڑے ہنگامہ خیز مضامین شائع ہوتے رہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ والی بعثت سے افضل ہے کیونکہ اس بعثت میں کچھ مزید ایسے خصوصی کمالات وفضائل بھی پائے جاتے ہیں‘ جو مکہ والی محمدی بعثت میں نہیں تھے۔

اس سلسلہ میں قادیانیوں کے درج ذیل عقائد ملاحظہ کریں:

۱:......عقیدہ: دوسری بعثت اقویٰ اور اکمل اور اشد:

”جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سال سے تعلق رکھتی ہے‘ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی‘ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا‘ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں‘ یعنی ان دنوں میں (مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت کے زمانے میں) بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔“ (خطبہ الہامیہ ص:۱۸۱، خزائن ص:۲۷۱، ۲۷۲ ج:۱۶)

۲:......عقیدہ: روحانی ترقیات کی ابتداء اور انتہا:

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ (مکہ میں) ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا کا نہ تھا‘ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا‘ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (قادیاں میں) پوری طرح سے تجلی فرمائی۔“

(خطبہ الہامیہ ص:۱۷۷، خزائن ص:۲۶۶ ج:۱۶)

۳: عقیدہ: پہلے سے بڑی فتح مبین:

”اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو‘ اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے ”سبحان الذی اسریٰ......الخ“

(خطبہ الہامیہ ص:۱۹۳، خزائن ص:۲۸۸ ج:۱۶)

۴:......عقیدہ: زمان البرکات:

”غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں‘ زمان البرکات ہے‘ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زمان التائیدات اور دفع الآفات تھا۔“ (اشتہار ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء، تبلیغ رسالت ص:۴۴، ج:۵، مجموعہ اشتہارات، ص:۲۹۲، ج:۳)

۵:......عقیدہ: ہلال اور بدر:

”اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر (چودھویں کے چاند کی طرح کامل و مکمل) ہوجائے خدا تعالیٰ کے حکم سے۔“

”پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے‘ جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو (یعنی چودھویں صدی) پس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ لقد نصرکم اللّٰہ ببدر۔“

(خطبہ الہامیہ، خزائن ص:۲۷۵، ۲۷۶، جلد:۱۶)

۶:......عقیدہ: ظہور کی تکمیل:

”قرآن شریف کے لئے تین تجلیات ہیں‘ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے‘ ولکل امر وقت

معلوم“ اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا‘ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی‘ اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔“ (حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۷‘ خزائن ص۶۶ جلد۲۱)

۷:......عقیدہ: حقائق کا انکشاف:

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمومنکشف نہ ہوئی ہو‘ اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو‘ اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو‘ اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی...... تو کچھ تعجب کی بات نہیں (مگر بعثت ثانی میں مرزا قادیانی پر حقائق پوری طرح منکشف ہوگئے‘ ناقل)۔“ (ازالہ اوہام ص۶۹۱‘ خزائن ص۴۷۳ جلد۳)

۸:......عقیدہ: صرف چاند‘ چاند اور سورج دونوں:

”له خسف القمر المنير وان لی غسا القمران المشر قان اتنکر“ ”اس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا‘ اب کیا تو انکار کرے گا؟“ (اعجاز احمدی ص۷۱‘ خزائن ص۱۸۳‘ ج۱۹)

۹:......عقیدہ: تین ہزار اور تین لاکھ کا فرق:

”تین ہزار معجزات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے۔“ (تحفہ گولڑویہ ص۶۳‘ خزائن ص۱۵۳‘ جلد۱۷)

”میری تائید میں اس (خدا) نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔“ (حقیقۃ الوحی ص۶۷‘ خزائن ص۷۰ جلد۲۲)

۱۰:......عقیدہ: ذہنی ارتقاء:

”حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو آنحضرت صلعم پر حاصل ہے‘ نبی کریم صلعم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا‘ ورنہ قابلیت تھی اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا۔“ (ریویو مئی ۱۹۲۹ء‘ بحوالہ قادیانی مذہب ص۳۴۱)

۱۱:......عقیدہ: معاملہ صاف:

”اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے‘ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے‘ اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں‘ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو‘ مگر دوسری بعثت میں‘ جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے‘ آپ کا انکار کفر نہ ہو (اور پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ صاحب شریعت نبی ہوں‘ اور دوسری میں صاحب شریعت نہ ہوں‘ ناقل)۔“ (کلمۃ الفصل ص۱۴۶‘ ۱۴۷)

(جاری ہے)

چائے اور نوکر......................اشتیاق احمد

چائے چین میں دریافت ہوئی، برصغیر میں اس کو انگریزوں نے متعارف کرایا، جب کوئی چائے سے واقف تک نہیں تھا تو وہ چوکوں میں چائے بنا بنا کر لوگوں کو مفت پلاتے تھے۔ اس طرح لوگوں کو چائے کا پتہ چلا، اس کے ذائقے کا پتہ چلا..... اور لوگوں نے اس کا استعمال شروع کیا۔ عرب میں بھی بہت بعد میں چائے نے رواج پایا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں تو کیا، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں بھی اس کا دور دور تک ذکر نہیں ملتا، پینے کی چیزوں میں چائے کہیں بھی شامل نہیں تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ: ”انبیاء اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں مردوں کی طرح ہوتے ہیں وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، جب تک اللہ تعالیٰ ان سے نہ بلوائے وہ نہیں بولتے۔“ مطلب یہ کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے اللہ کے حکم کے مطابق نکلتا ہے..... ورنہ کوئی لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہی نہیں۔ اس کا مطلب ہے، مرزا نے جو کچھ کہا، اپنے دعویٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ مرزا کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے: ”جب کوئی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں رہ جاتا۔“ اب ہم آپ کو مرزا قادیانی کی کتاب کا ایک جملہ سناتے ہیں، پڑھیے اور سر دھنیے:

مرزائیوں کو غور کی دعوت دیتے ہیں، کیونکہ مرزا کا دعویٰ تھا: ”اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔“ مرزا سلسلۂ تصنیفات احمدیہ کے صفحہ نمبر ۳۴۶ پر لکھتا ہے: ”امام حسین کا نوکر چائے کی پیالی لایا۔“ مرزائی بتائیں، اس وقت چائے پی جاتی تھی؟ یا اس زمانے میں نوکر ہوتے تھے؟ ہیں جی؟؟؟

مولانا پیر سیف اللہ خالدؒ کا

سانحۂ ارتحال

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا پیر سیف اللہ خالدؒ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم کبیر والا سے حاصل کی، جہاں انہیں حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، حضرت مولانا منظور الحقؒ، مولانا ظہور الحق، مولانا مفتی علی محمد، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم (جامعہ اشرفیہ لاہور) کی صحبتیں اور سرپرستی میسر رہی۔ ان جبال العلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے، کچھ عرصہ دارالعلوم کورنگی کراچی میں بھی زیر تعلیم رہے۔

دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔ جہاں شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتانیؒ، مولانا عتیق الرحمن، مولانا غلام مصطفی ملتانی، حضرت مولانا محمد صدیقؒ، حضرت مولانا منظور احمد مدظلہ سے حدیث پاک کے اسرار ورموز حاصل کیے۔

اصلاحی تعلق مرشد العلما حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ چکوال سے قائم کیا اور مجاز ہوئے۔ اس نسبت سے پیر کہلائے۔

جامعہ خیر المدارس ملتان سے فراغت کے بعد محمدی مسجد غلام محمد آباد فیصل آباد، مرکزی جامع مسجد شادمان لاہور، جامع مسجد رحیمیہ غازی آباد لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

لاہور سے سپر مارکیٹ اسلام آباد کی مسجد کی میں ۳۱ سال تک امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

آج سے ۳۲ سال پہلے لاہور جامعۃ الاسلامیہ کے مہتمم کی حیثیت سے آئے، اس وقت چھوٹی سی مسجد تھی، اسے ترقی دے کر عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی اور مدرسہ کو بھی جامعہ کا درجہ دیا۔ آج دورۂ حدیث شریف سمیت تقریباً تمام کلاسیں جاری ہیں۔

آپ نے مختلف اوقات میں دو شادیاں کیں، پہلی شادی سے دو بیٹے ہیں، بڑے مولانا اسداللہ فاروق جنہیں آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ دوسری شادی سے تین بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا سولہ سال کا ہے۔ راقم ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک مستقلاً لاہور میں رہا تو پیر صاحب مجلس کے ہر پروگرام میں شریک ہوتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ مجلس سے واجبی سا تعلق رہا لیکن دیگر کئی ایک اداروں جماعتوں کے پشتیبان تھے، انقلابی ذہن رکھتے تھے۔

حالات کے جبر نے انہیں چوہنگ سینٹر جیسے بدنام زمانہ عقوبت خانہ میں بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی، جس کے ساتھ رہے کھل کر رہے۔ حالات نے خواہ کیا ہی رخ کیا، نظریات نہیں چھوڑے۔

افغانستان جہاد کے دوران بھی مجاہدین کی مکمل سرپرستی کرتے رہے، جب جہاد کو فساد کا نام دیا گیا تو فساد سے لاتعلق ہوگئے۔

بہر حال کامیاب زندگی گزاری۔ آپ کے دور اہتمام میں جامعہ نے ہر قسم کی ترقی کی۔ تعلیمی، تنظیمی، تعمیری، منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

کئی ماہ سے بیمار چلے آرہے تھے، آپ کے فرزندان گرامی اور رفقاء نے علاج معالجہ میں کوئی کمی نہ آنے دی: ''مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی'' تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۴/ جون کو رات آٹھ بجے آپ کی روح نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اگلے روز جامعۃ المنظور الاسلامیہ صدر میں تقریباً ساڑھے آٹھ بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ کی امامت آپ کے فرزند اکبر اور جانشین مولانا اسداللہ فاروق نے کی۔ جنازہ میں ہزاروں علماء ومشائخ نے شرکت کی۔

آپ کے مرشد زادگان مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، پیر عبدالقدوس نقشبندی، آپ کے تعلیم کے ساتھی مولانا مفتی اویس خان کشمیری، مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم اشرفی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا محمد امجد خان، مولانا محمد احمد لدھیانوی، جناب لیاقت بلوچ، مولانا عبدالمالک خان، مولانا سرفراز خان اعوان، مولانا عزیز الرحمن ثانی، راقم محمد اسماعیل شجاع آبادی سمیت سینکڑوں علماء کرام، مشائخ عظام شریک ہوئے۔ جنازہ کی نماز سے قبل کئی ایک علماء کرام نے انہیں خراج تحسین پیش کیا اور عہد کیا کہ جامعۃ المنظور الاسلامیہ سمیت ان کے تمام اداروں جوان کے لئے باقیات الصالحات کا درجہ رکھتے ہیں کے ساتھ حسب سابق تعاون جاری رہے گا۔ ان کی تدفین جامعہ کے بانی حافظ منظور احمد کے پہلو میں مسجد کے جنوبی جانب عمل میں لائی گئی۔ اللہ پاک ان کے حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔ آمین۔ ☆☆☆

حق بات ہے یہ دنیا والو! مرزا کی نبوت جعلی ہے

لب پر ہیں ترانے الفت کے، دل خوفِ خدا سے خالی ہے
حق بات ہے یہ دنیا والو! مرزا کی نبوت جعلی ہے

چہرے پہ نقاب تقدس کا، اور دل پہ تسلط باطل کا
مخلوق کو بہکانے کی عجب، ظالم نے راہ نکالی ہے

''استادِ ملائک'' نے جانے، کیا پھونک دیا ہے کانوں میں
دعویٰ ہے نبوت کا لیکن، اک بات میں سو سو گالی ہے

جو دین محمد ﷺ چھوڑ گئے، اللہ سے ناتا توڑ گئے
ان بندوں کا دنیا میں تو کیا، عقبیٰ میں بھی شیطاں والی ہے

اندھیر ہے روزِ روشن میں، یہ چوری یہ سینہ زوری
سرکارِ دوعالم ﷺ کی مسند، اک ظالم نے سرکالی ہے

مذہب کا لبادہ اوڑھ کے بھی، عریاں ہے جبلت مرزا کی
بہروپ نہیں چھپ سکتا کبھی، یہ دنیا دیکھی بھالی ہے

رونو کو بھلا کیسے بھولیں وہ طفل پری وہ ماہِ لقا
وہ جس کا تصور آتے ہی ''ہر رات ان کی دیوالی ہے''

جس کافر نے چمکائی تھی، دکانِ نبوت میرزا کی
وہ کافریاں سے جا ہی چکا، دکان بھی جانے والی ہے

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام ”معتمد اور غیر معتمد تفاسیر“ رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ”ختم نبوت“ میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۱۹)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

﴿أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى﴾ وهو ابن ام مكتوم المذكور كذا اخرج الترمذي والحاكم عن عائشة وفيه قال ابن ام مكتوم اترى عما اقوله بأسا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا، واخرج مثله عن انس وكذا روى ابن ابى حاتم عن ابن عباس وفيه فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذالك اذا رأه يكرمه ويقول مرحباً بمن عاتبنى فيه ربى ويقول له هل لك من حاجة وفيما روى الترمذى والحاكم عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم استخلفه على المدينة مرتين فى غزوتين وذكر الاعمى فى الأية اشعار بعذره فى الاقدام على قطع كلام النبى صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: وہ نابینا عبداللہ بن ام مکتوم تھے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اسی طرح ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں مزید یہ تفصیل ہے کہ ابن ام مکتوم نے کہا یارسول اللہ آپ میرے ایک سوال کرنے میں حرج محسوس کریں گے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت انس سے بھی اسی طرح روایت ترمذی اور حاکم نے نقل کیا ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے بھی حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں مزید یہ مذکور ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو آپ کا اکرام فرماتے اور یہ فرماتے کہ خوش آمدید ہو اس شخص کے لیے جس کے بارے میں میرے رب نے میرا عتاب کیا ہے پھر آپ فرماتے کہ کیا آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ حضرت عائشہ سے ترمذی اور حاکم نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غزوات میں دو دفعہ ابن ام مکتوم کو مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا (تاکہ آپ کی دلجوئی ہو) قرآن کریم میں اعمیٰ نابینا کا لفظ اس لیے اختیار کیا گیا ہے تاکہ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے کاٹنے پر معذور سمجھا جائے (کہ یہ نابینا تھا ان کو صحیح ادراک نہ تھا)

یہ تصریحات وتفسیرات مفسرین اور صحابہ کرام نے اس واقعہ سے متعلق بیان فرمائی ہیں اب آیئے اور فراہی صاحب کے خیالات ورجحانات وتردیدات کو ملاحظہ فرمائیں۔

فراہی صاحب کی دوسری غلطی

فراہی صاحب فرماتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا غیرت حق اور مصلحت دعوت وتبلیغ کے تقاضے سے کیا لیکن اسی سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ آنحضرت جوش تبلیغ ودعوت میں اپنے حدود سے کسی قدر آگے نکل گئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ کو متنبہ کردیا کہ آپ نے اپنے فرض سے زیادہ ذمہ داری اٹھالی ہے اور کلام کا اسلوب ایسا اختیار فرمایا جس سے بظاہر عتاب مترشح ہوتا ہے، لیکن عتاب کا اصلی رخ کفار ومنکرین کی طرف ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں۔ آپ کی تو اس میں تعریف کی گئی ہے اور ساتھ ہی آپ کے صحابہ کی بھی دلداری کی گئی ہے۔

عتاب کا روئے سخن بظاہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے لیکن خفگی کا تمام زور منکرین ومعاندین پر پڑ رہا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو اس عتاب کے اندر شفقت والتفات کی نہایت جان نواز ادائیں پنہاں ہیں۔ تعجب ہے کہ سورۃ کا یہ مفہوم نہایت واضح ہونے کے باوجود مفسرین سے مخفی رہ گیا ہے اور وہ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں پڑ گئے۔ ہم آگے کی فصلوں میں ان غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

(ص:۳۲۲)

تبصرہ:

فراہی صاحب کا کلام عجیب ہے ابتداء میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا وہ غیرت حق اور مصلحت تبلیغ کے تقاضے سے کیا پھر کہتے ہیں کہ آنحضرت جوش تبلیغ میں تبلیغ کی حدود سے آگے نکل گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ آپ نے اپنے فرض سے زیادہ ذمہ داری اٹھائی۔ اسلوب کلام سے عتاب مترشح ہوتا ہے لیکن عتاب کا سارا زور کفار منکرین پر پڑرہا ہے آنحضرت کی تو لطیف انداز سے تعریف کی گئی عتاب اور خفگی کا سارا زور منکرین ومعاندین پر پڑ رہا ہے افسوس ہے کہ یہ تفسیر اور یہ مطلب تمام مفسرین پر مخفی رہ گیا اور وہ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں پڑ گئے بہر حال فراہی صاحب کا مطلب غلط ہے تفسیر بھی غلط ہے مفسرین پر الٹا الزام بھی غلط ہے۔ ان کی تفسیر تو ایک مبہم چیستان ہے۔

حمید الدین فراہی صاحب کی تیسری غلطی

میں نے اوپر عربی عبارات کو ترجمہ کے ساتھ نقل کر دیا ہے جس سے سورت عبس کا شان نزول اور سورت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے لیکن فراہی صاحب ان روایات کو نقل کر کے سب کو مسترد کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ ابن ام مکتوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وارشاد کی درخواست کی تھی اور آپ نے اس سے اعراض فرمایا اس پر یہ عتاب نازل ہوا۔

اس قول کو وہ لوگ بعض اکابر سلف سے منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ بعضوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قریشی سردار سے باتیں کر رہے تھے کہ اسی بیچ میں ابن ام مکتومؓ نے پہنچ کر درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ ان کی یہ بے موقع درخواست آپ کو ناگوار ہوئی اور اس پر یہ آیت اتری۔ بعض لوگ انہی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مجلس میں ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ جیسے سرداران قریش شریک تھے۔ بعض لوگ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب، ابوجہل بن ہشام سے باتیں کر رہے تھے کہ ابن ام مکتوم نے آ کر درخواست پیش کی کہ "علمنی مما علمک اللہ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم بخشا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھایئے) آپ کو ان کی بے محل مداخلت ناگوار ہوئی اور اس پر یہ عتاب نازل ہوا۔ بعض لوگ حضرت ضحاکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت اشراف قریش میں سے کسی سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ابن ام مکتومؓ پہنچے اور انہوں نے اسلام کے متعلق بعض باتیں پوچھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن ام مکتومؓ ایسے وقت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے کہ آپ عتبہ وشیبہ سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک اور روایت ابومالک سے ہے کہ آپ کی گفتگو امیہ بن خلف سے تھی۔ بعض لوگوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن خلف سے باتیں کر رہے تھے۔ ان تمام روایات پر غور کرنے سے ایک امر واضح ہے کہ یہ سب روایتیں ایسے لوگوں سے مروی ہیں جن میں سے کوئی بھی شریک واقعہ نہیں تھا۔ پس اگر ان کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی ان کی نوعیت استنباط کی ہوگی، خبر کی نہ ہوگی۔ پھر ان میں باہم دگر اس قدر اختلاف ہے کہ ان کی حیثیت صرف اوہام کی رہ جاتی ہے۔ واہمہ نے ایک طویل اختراع کی اور جھٹ اس کے لئے ایک قصہ کا جامہ تراش لیا گیا اور اس کی نسبت ان لوگوں کی طرف کر دی گئی جن کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باعتبار سند یہ تمام روایتیں نہایت ضعیف ہیں، ان میں سے ایک روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور قرآن مجید سے بوجوہ ذیل ان کا غلط ہونا آشکارا ہے۔

آیت کے الفاظ میں یہ کہیں نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو دیکھ کر تیوری چڑھائی یا اس کے سامنے ترش رو ہوئے (جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے) اور اگر آپ ایسا کرتے بھی تو ایک نابینا کو اس ترش روئی کا کیا احساس ہو سکتا تھا؟ آپ کی آزردگی کا باعث محض ان کا آنا تھا کیوں کہ اس سے ان سرکشوں کو موقع مل رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر طعن کریں اور آپ کی مخالفت کا ایک بہانہ پیدا کر لیں۔ لیکن یہ ساری مشکلات تفسیری روایات کی پیدا کردہ ہیں۔ جن لوگوں کی نظر قرآن مجید کے سیاق وسباق اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر ہے ان کے نزدیک اس تاویل اور ان تمام ضعیف روایات کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ (تفسیر نظام القرآن ص:۳۲۲)

تبصرہ:

فراہی صاحب اور ان کی پارٹی کے تمام افراد کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن میزان ہے اس کے ظاہر پر عمل کرنا ہوگا لیکن یہاں سورت عبس میں ان حضرات نے ظاہر آیات کو نظر انداز کیا اسی طرح صحابہ کی تفسیر اور احادیث کی روایات کو مسترد کیا اس سے صرف یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حضرات قرآن کی تفسیر میں کسی حدیث کے پیش کرنے سے بدکتے ہیں اس لئے یہاں صحابہ وتابعین کی واضح تفسیر کو ترک کر دیا اور اپنی طرف سے ایک مجمل ومبہم تفسیر کو پیش کیا اور کفار قریش کو عتاب کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ان جیسے مقامات میں فراہی صاحب اور امین احسن اصلاحی صاحب اور جاوید احمد غامدی صاحب ایک ہی انداز پر اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ یہ روایات ایسے راویوں سے منقول ہیں جن میں سے کوئی بھی شریک واقعہ نہیں تھا۔ فراہی صاحب کی یہ بات غلط ہے کہ حدیث کی روایت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود شریک واقعہ ہو فراہی برادران ایک دوسرا ضابطہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر کوئی روایت صحیح بھی ہو جائے تو اس کی ایک حیثیت اخبار کی ہوتی ہے

اور دوسری حیثیت استنباط کی ہوتی ہے اس خود ساختہ خانہ ساز ایجاد بندہ ضابطہ سے یہ حضرات احادیث کو ٹھکراتے ہیں حالانکہ یہ ضابطہ کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

حمید الدین فراہی نے سورۃ تین میں الگ راستہ اختیار کیا

سورۃ تین میں بھی فراہی صاحب نے عام مفسرین سے الگ راستہ اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ "التین" سے مراد جبل تین ہے یعنی یہ درخت نہیں بلکہ ایک پہاڑ کا نام ہے فراہی صاحب کے اس جداگانہ نظریہ پر ہمیں کوئی اشکال نہیں ہے نہ اس کو تنقید کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں کیونکہ بعض مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے اور تین کو درخت کے بجائے کسی مقام یا پہاڑ کو قرار دیا ہے لیکن ہمیں اس پر تحفظات ہیں کہ فراہی صاحب نے یک طرفہ فیصلہ کیا ہے اور مفسرین کی تفاسیر کو بالکل نظر انداز کیا ہے بلکہ ظاہر قرآن جو متبادر الی افہام العوام ہے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ عوام انجیر کا لفظ سن کر انجیر ہی کو سمجھ جاتے ہیں اس سے ایک غیر متبادر معنی کی طرف چلے جانے پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فراہی صاحب نے قرآن کے ظاہر لفظ سے انحراف کیا ہے اور قطعی فیصلہ سنایا ہے کہ اس کے علاوہ انجیر کا کوئی اور معنی ممکن ہی نہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں آیندہ فصلوں میں جب جزاء کے وہ واقعات بیان ہونگے جو ان مقامات میں پیش آئے ہیں تو ان سے معلوم ہوگا کہ تین اور زیتون مقامات ہی کے نام ہو سکتے ہیں اس کے سوا کوئی اور شکل ممکن نہیں ہے تورات میں بھی ایسے اشارات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مراد مقامات ہی ہیں۔ (تفسیر نظام القرآن ص:۳۹۱)

فراہی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ تین ایک خاص مقام کا نام ہے عرب اس کو اسی نام سے جانتے تھے تین انجیر کو کہتے ہیں چونکہ یہاں انجیر بکثرت پیدا ہوتی تھی اس وجہ سے یہ تین ہی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (ص:۳۹۱)

بعض نے کہا تین کا یہ پہاڑ حلوان اور ہمدان کے درمیان ہے جبل تین اگلوں کے قول کے مطابق کچھ ایسا دور بھی نہیں بلکہ عراق کی پڑوس میں ہے۔ (۳۹۲)

فراہی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے قول سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ "التین" سے مراد حضرت نوح کی وہ مسجد ہے جو کوہ جودی پر بنی ہوئی ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین اور زیتون دو پہاڑ ہیں۔ (ص:۳۹۳)

فراہی صاحب مزید لکھتے ہیں تین وہ پہلا مقام ہے جہاں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور سزا کا معاملہ پیش آیا۔ (ص:۳۹۵)

تبصرہ:

فراہی صاحب کی ان تصریحات سے مجھے اختلاف ہے اور صرف اتنا عرض ہے کہ ایک معروف مفہوم اور انجیر کا معروف معنی پھل سے ہٹ کر مقامات کے پیچھے پڑ جانے کی کیا ضرورت ہے پھر ان مقامات کا تعین بھی مشکل ہے پھر ان مقامات کی بزرگی ثابت کرنا بھی مشکل ہے جس کی قسم کھائی گئی ہے نیز عام مفسرین معروف انجیر ہی کو مراد لیتے ہیں اور اس پر قسم کھانے کی معقول وجوہات بھی بیان کرتے ہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ" تفسیر مظہری میں تین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس والمجاھد والحسن البصری وابراھیم وعطاء ومقاتل والکلبی تِیْنُکُمُ الَّذِیْ تَاکُلُوْنَه وَزَیْتُوْنُکُمْ ھٰذَا الَّذِیْ تَعْصِرُوْنَ مِنْهُ الزَّیْتَ خَصَّ التِّیْنَ بِالْقَسَمِ لِاَنَّهٗ فَاکِهَةٌ مخلقة لاعجم لها شبیهة بفاکِهةِ الْجَنَّةِ قیل فی الحدیث انه یقطع الْبَوَاسِیْرَ وینفع من النقرس رواه الثعلبی وابونعیم فی الطب باسناد مجھول۔" (تفسیر مظہری ج۱۰:۲۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس اور مجاہد اور حسن بصری اور ابراہیم اور عطاء اور مقاتل اور کلبی سب نے کہا کہ "والتین" سے مراد تمہارا وہی انجیر ہے جس کو تم کھاتے ہو اور تمہارے زیتون سے مراد تمہارا وہی زیتون ہے جس کو نچوڑ کر تم تیل حاصل کرتے ہو اور انجیر کو قسم کھانے کے لئے اس وجہ سے خاص کیا کہ یہ ایسا پھل ہے جس میں پیدائش کے وقت سے گٹھلی نہیں ہے تو یہ جنت کے پھلوں کے مشابہ ہے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ انجیر کا پھل بواسیر کے لئے مفید ہے اور یہ نقرس گٹھیا کا بھی علاج ہے ثعلبی اور ابونعیم نے ایک مجہول اسناد کے ساتھ اس روایت کو باب الطب میں نقل کیا ہے۔ (تفسیر مظہری ج۱۰:۲۹۶)

(جاری ہے)

ختم نبوت کا عقیدہ دین کی اساس ہے: مولانا محمد عارف

گوجرانوالہ..... عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔ مجلس کی خدمات جلی حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا بھر میں کام کر رہی ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ دین کی اساس ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ پاکستان کی سیاسی قیادت پر جو عذاب نازل ہوا ہے اس کا سبب عقیدہ ختم نبوت سے غداری اور مرزائیت نوازی ہے۔ غازی ممتاز حسین قادری شہید کو سزائے موت دینا حکمرانوں کے زوال کا نقطہ آغاز اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں کوتاہی اور توہین رسالت کے قانون کو غیر موثر کرنا زوال کا نقطہ عروج ہے۔ ان خیالات کا اظہار اسٹوڈنٹس ختم نبوت کورس ۲۰۱۷ء کی اختتامی تقریب سے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد عارف، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن کے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر کھوکھر، حیات بھنڈاری ہائیر سیکنڈری سکول ایمن آباد کے پرنسپل چوہدری ثناء اللہ سندھو، گورنمنٹ فقیر محمد فقیر کالج گوجرانوالہ کے پروفیسر حافظ محمد انور، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد یوسف عثمانی، نائب امیر مولانا مفتی غلام نبی، مرکزی مبلغ مولانا محمد عارف شامی، ملی یکجہتی کونسل گوجرانوالہ ڈویژن ڈپٹی جنرل سیکرٹری سید احمد حسین زید، قاری ابوبکر خالد اور حافظ محمد عدنان نے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر پوزیشن ہولڈر طلباء زوہیب حسن کو اول، حافظ محمد ارسلان کو دوئم، محمد نعمان رضا کو سوئم، عمر صغیر، شہریار، رضوان علی، عبدالرحمن مصطفیٰ، محمد ذوالقرنین، عباس علی کو چہارم اور محمد عبدالستان عارف کو پنجم پوزیشن پر نقد انعامات کتب اور اسناد دی گئیں۔ دیگر شریک ۵۴ طلباء کو کتب و اسناد کے تحائف دیے گئے۔

''مسجدی آخر المساجد'' کا صحیح مفہوم

قادیانی ایک اور حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے بارے میں فرمایا کہ: ''مسجدی آخر المساجد'' یعنی یہ مسجد آخری مسجد ہے۔

تو ظاہر ہے کہ آپ کی مسجد کے بعد دنیا میں ہر روز مسجدیں بن رہی ہیں تو اپنے خاتم النبیین ہونے کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ آپ کے بعد نبی بن سکتے ہیں۔ قادیانیوں کے اس باطل استدلال کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

جواب نمبر1: اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ تھی کہ وہ مسجد بناتے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی بنوائی تو ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی جو مسجد بنانے کی سنت تھی اس پر عمل نہیں ہونا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد نبوی انبیاء کرام علیہم السلام کی آخری مسجد ہے۔ یہ حدیث تو ختم نبوت کی دلیل بنتی ہے نہ کہ اجرائے نبوت کی دلیل ہے۔

جواب نمبر2: اس حدیث میں جہاں مسجدی آخر المساجد کے الفاظ آئے ہیں وہاں احادیث میں آخر مساجد الانبیاء کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

(الترغیب والترہیب)

اس کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد کو ختم کرنے والی ہے۔''

(کنز العمال، ج:6،ص:256)

لیجئے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بات بالکل واضح ہوگئی کہ اس روایت سے مراد یہی ہے کہ مسجد نبوی انبیاء کی آخری مسجد ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت جاری ہے اور نئے نبی آسکتے ہیں۔ بلکہ اس روایت میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت کو بیان فرمایا ہے کہ جس طرح میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد نبیوں کی تعداد میں کسی ایک نبی کا بھی اضافہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح میری مسجد بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی مساجد کو ختم کرنے والی ہے۔ اب انبیاء کرام علیہم السلام کی بنوائی گئی مساجد میں بھی کسی ایک مسجد کا اضافہ نہیں ہوگا۔

مولانا سعد کامران، گجرات

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاوی ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔
نیز عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر دیگر کتب درج ذیل ایڈریس سے بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔
مکتبہ لدھیانوی ۱۸۔ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی فون: 021-34130020

ملنے کا پتہ:
مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان 061-4583486